بڑھ گیا۔ اسلام کے بارے میں تفصیل جاننے کے شوق نے سر اٹھایا تو کئی کتابیں خریدلیں اور پڑھنے لگا۔ یہ جان کر حیرت ہوئی کہ اسلام میں یسوع کو خدا کا نبی کہا جاتا ہے۔اور بائبل کا بھی ذکر کیا گیا ہے،قرآن کی تعلیمات مدلل تھیں۔ میں اپنے اس تجربے کو اپنے دوست کے ساتھ شیئر کرنے لگا۔وہ بھی اسلام میں دلچسپی لینے لگا،اس کے مشورے پر اس کے کمرے میں منتقل ہوگیا جو سانتابار برا میں واقع تھا۔میری جستجو رنگ لائی،اسلام کے بارے میں تفصیلات جاننے کا کھلا موقع ہاتھ آگیا،گھر میں رہتے ہوئے کھلی آزادی میسر نہیں تھی۔اب میں پوری دلجمعی کے ساتھ اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔میری دلچسپی مشرق وسطیٰ میں جاری اسرائیل اور فلسطینی مسئلے پر مرکوز ہوگئی، میں جاننا چاہتا تھا کہ وہاں پر عرصہ دراز سے خون خرابہ کیوں ہو رہا ہے؟ قریبی مکتبہ سے کتابیں خریدلیں انہیں پڑھنے لگا۔ اس کتاب گھر کی مالکن جن کا نام ڈانیکلی تھی، اس موضوع پر ان سے بات چیت ہوتی رہتی تھی وہ بھی نومسلم تھیں، کچھ عرصہ قبل انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ مجھے ان کی رہبری حاصل ہوگئی، اپنے شوہر "جابری" سے میری ملاقات کروائی، ان کے شوہر سلجھے ہوئے انسان تھے۔انہوں نے قرآن کا انگریزی ترجمہ مجھے تحفہ میں دیا۔قرآن پڑھ کر میری آنکھیں کھلی رہ گئیں۔قرآن میں ہر اس بات کا جواب موجود تھا جس کی تلاش میں، میں سرگرم تھا، مجھے روحانی سکون میسر آ گیا۔ ہر جمعہ کو ان کے گھر جاتا، بہت دیر تک ان کے پاس وقت گزارتا۔ مذہبی گفتگو ہوتی میرے ہر سوال کا تشفی بخش جواب حاصل ہو جاتا۔ میں بہت خوش تھا۔ میری ماں کی ایک نصیحت کو لے کر میں نے سچائی کی تلاش کا سفر شروع کیا تھا، اس کی منزل مجھے مل گئی۔ اسی سال یعنی 25رفروری 2014ء کو باقاعدہ کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام میں داخل ہوگیا۔اللہ تعالیٰ کا بے حد ممنون ہوں کہ اس نے مجھے اسلام کی دولت سے مالا مال کر دیا اور اپنی جوار رحمت میں مجھے جگہ عنایت فرمائی۔ میری دعا ہے کہ اللہ رب الکریم ان تمام لوگوں پر اپنا کرم کردے جو کم علمی کی وجہ سے بھٹک رہے ہوں۔(آمین) ○○

بقیہ .... جو دلوں کو فتح کرلے وہی فاتح زمانہ!

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ﴾۔(الانعام:108)

قرآن و حدیث میں جتنے اخلاقی احکام ہیں، جیسے: غریبوں کی مدد، بڑوں کا احترام، چھوٹوں کے ساتھ شفقت، پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک، عورتوں کی عزت وناموس کا احترام، استہزاء سے بچنا، یہ سارے احکام مسلمانوں اور غیر مسلموں سے یکساں طور سے متعلق ہیں، ان میں مسلم اور غیر مسلم میں کوئی فرق نہیں، اسلام کے اس آفاقی اور بنیادی تصور کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے: الخلق عیال اللہ فأحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ۔ (المعجم الأوسط للطبرانی، حدیث نمبر: 5541، عن ابن مسعودؓ)

خدا کی مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔

ملک کے اور دنیا کے موجودہ حالات میں یہ بات ضروری ہے کہ مسلمان برادران وطن کے سامنے اپنی اخلاقی برتری ثابت کریں اور دلوں کو فتح کرنے کی کوشش کریں، ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زر وزمین کو فتح کرنے کی کوشش نہیں کی، بلکہ دلوں کو جیتا اور دماغوں کو فتح کیا، ہمارے لئے بھی مشکلات سے نکلنے کا یہی راستہ ہے، اگر ہم برادرانِ وطن کے ساتھ اپنے معاملات کو درست کرلیں اور اپنے اخلاقی رویہ کو اسوۂ نبوی کے ڈھانچے میں ڈھال لیں تو ناامیدی و نامرادی کی اس رات کی صبح ضرور ہوگی:

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

○○○

کچھ اہم و مفید مطبوعات

(از: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ)	
کاروان زندگی حصہ اول	200
کاروان زندگی حصہ دوم	200
کاروان زندگی حصہ سوم	160
کاروان زندگی حصہ چہارم	190
کاروان زندگی حصہ پنجم	160
کاروان زندگی حصہ ششم	170
کاروان زندگی حصہ ہفتم (مع ضمیمہ)	175
کاروان زندگی مکمل سیٹ	1255
مطالعہ قرآن کے اصول ومبادی	80
ارکان اربعہ	140
خواتین اور دین کی خدمت	40
کاروان ایمان وعزیمت	100
دعائیں	15
سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ	150
سوانح مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ	150
نبی رحمت (ﷺ)	400
سیرت سید احمد شہیدؒ (دو جلدیں)	500
تاریخ دعوت وعزیمت (پانچ جلدیں)	1000
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر	150
اپنے گھر سے بیت اللہ تک	30
اصلاحیات	75
(از: حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی)	
دو مہینے امریکا میں	90
جزیرۃ العرب	140
حج ومقامات حج	35
امت مسلمہ رہبر اور مثالی امت	110
سماج کی تعلیم وتربیت	80

(از حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ)	
لبیک اللّٰھم لبیک	30
سوانح مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ	
سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ	250
مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ	20
زبان کی نیکیاں	15
مجدد الف ثانیؒ	10
گلدستہ حمد وسلام	10
خانوادۂ علم اللّٰہی	100
میزاب رحمت	150
(از: مولانا محمد حمزہ حسنی ندوی)	
تذکرہ حضرت سید احمد شہیدؒ	125
مکتوبات مولانا ابوالحسن علی ندویؒ (اول)	80
مکتوبات مولانا ابوالحسن علی ندویؒ (دوم)	120
(از: مولانا محمد الحسنیؒ)	
تذکرہ حضرت سید شاہ علم اللہؒ	70
(از: محترمہ امۃ اللہ تسنیم مرحومہ)	
زاد سفر (دو جلدیں)	280
باب کرم	12
بچوں کی قصص الانبیاء (اول)	25
بچوں کی قصص الانبیاء (دوم)	23
بچوں کی قصص الانبیاء (سوم)	25
بچوں کی قصص الانبیاء (چہارم)	18
ہمارے حضور (ﷺ) (اردو)	30
ہمارے حضور (ﷺ) (ہندی)	20
موج تسنیم	
مناجات ہاتف	10
دیار حبیب (ﷺ)	5

(از: مخدومہ خیر النساء بہترؒ)	
حسن معاشرت	20
کلید باب رحمت	15
ذائقہ	15
ذکر خیر	20
(از: حکیم عبدالحئیؒ)	
تعلیم الاسلام	15
نور الایمان	8
(از: ڈاکٹر سید عبدالعلیؒ)	
نماز سمجھ کر پڑھیے	8
(از: دیگر مصنفین)	
بشریت انبیاء (مولانا عبدالماجد دریابادی)	80
سیرت صدیق (مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی)	25
عربی میں نعتیہ کلام (ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی)	150
امت مسلمہ کی مائیں (مولانا عاشق الٰہی بلند شہری)	35
اعمال قرآنی (مولانا اشرف علی تھانویؒ)	30
مثالی حکمراں (مولانا عبدالسلام قدوائیؒ)	25
عربی زبان کے دس سبق "	15
خلافت راشدہ (مولانا غلام رسول مہر)	15
خلافت بنی امیہ "	10
خلافت عباسیہ	15
بہشتی ثمر (اول) (مولانا عیسیٰ)	30
بہشتی ثمر (دوم)	25
تعلیم القرآن (مولانا اویس نگرامی ندویؒ)	35
بکھرے موتی (مولانا نیاز احمد بستوی)	20
کتاب النحو (حافظ عبدالرحمٰن امرتسری)	30
کتاب الصرف (حافظ عبدالرحمٰن امرتسری)	35
ہدایۃ النحو (سراج الدین عثمانی اودھی)	60
کلیلہ ودمنہ	60

مکتبہ اسلام رؤف مارکیٹ، گوئن روڈ، لکھنؤ ۱۸

Mob: 9415912042
Mob: 9559804335

بیادگار: حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ

رضوان

لکھنؤ

جلد نمبر ۵۹

شمارہ نمبر ا

جنوری ۲۰۱۵ء

سالانہ زرتعاون

برائے ہندوستان	:	۲۰۰/روپے
غیر ملکی ہوائی ڈاک	:	۳۵/امریکی ڈالر
فی شمارہ	:	۲۰ روپے
لائف ٹائم خریداری	:	۵۰۰۰/روپے

نوٹ

خط و کتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر اور مکمل صاف پتہ ضرور لکھیں، اگر مدت خریداری کے ختم ہونے کے وقت کی پرچی پتہ کی چٹ پر لگی ہو تو براہ کرم مدت خریداری ختم ہوتے ہی رقم ارسال فرمائیں۔ (منیجر)

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

مجلس ادارت

میمونہ حسنی — عائشہ حسنی

جعفر مسعود حسنی — محمود حسن حسنی

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

زر تعاون اور خط و کتابت کا پتہ

ماہنامہ رضوان
۱۷۲/۵۴، محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ
پن کوڈ:۲۲۶۰۱۸ - موبائل:۹۴۱۵۹۱۱۵۱۱

Rizwan (Monthly)
172/54, Mohammad Ali Lane
Gwynne Road Lucknow
Pin:226018- Mobile: 9415911511

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کے لیے کاکوری آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ: ناشر کمپیوٹر، لکھنؤ۔ فون: 9005141949

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی مقبول معروف کتابیں

کاروانِ زندگی

ایک معلم، مصنف، مورخ، داعی اور رہنما کی سرگذشت حیات

جس میں ذاتی زندگی کے مشاہدات و تجربات، احساسات و تاثرات اور ہندوستان اور عالم اسلام کے واقعات و حوادث و تحریکات و شخصیات کے مطالعہ کا ماحصل اس طرح گھل مل گیا ہے کہ وہ ایک دلچسپ و سبق آموز آپ بیتی اور ایک مورخانہ و حقیقت پسند جگ بیتی بن گئی ہے اور چودہویں صدی ہجری، بیسویں صدی عیسوی کی تاریخ و سرگذشت کا ایک اہم باب محفوظ ہو گیا۔

☆ ایک تاریخی دستاویز۔ ☆ ادبی مرقع۔ ☆ دعوت فکر و عمل۔

(فوٹو آفسیٹ کی بہترین کتابت و طباعت سے آراستہ)

قیمت کاروان زندگی حصہ اول	200
قیمت کاروان زندگی حصہ دوم	200
قیمت کاروان زندگی حصہ سوم	160
قیمت کاروان زندگی حصہ چہارم	190
قیمت کاروان زندگی حصہ پنجم	160
قیمت کاروان زندگی حصہ ششم	170
قیمت کاروان زندگی حصہ ہفتم (مع ضمیمہ)	175
قیمت کاروان زندگی مکمل سیٹ	1255

خواتین اور دین کی خدمت

مسلم خواتین کی کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کے دینی و سماجی فرائض کیا ہیں وہ کس طرح دین کی خدمت کر سکتی ہیں، آخر میں مولاناؒ کی والدہ ماجدہ کے وہ تربیتی خطوط ہیں جو انھوں نے مولاناؒ کے نام ان کی تعلیم کے دوران لکھے تھے۔

قیمت Rs. 40

ذکر خیر

حضرت مولانا کی والدہ ماجدہؒ کے حالات زندگی خود حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے۔

قیمت Rs. 30

دو ہفتے ترکی میں

ترکی کا سفرنامہ اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کا شگفتہ و دلآویز طرز بیان۔

قیمت Rs. 20

کاروان ایمان و عزیمت

قافلۂ مجاہدین یعنی حضرت سید احمد شہیدؒ قدس سرہٗ کی تحریک اصلاح و جہاد سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم و فضل و عزیمت کا تذکرہ جس سے مسلمانوں کی تاریخ دعوت و عزیمت کا ایک روشن باب سامنے نظر آتا ہے۔

(خوبصورت کتابت و طباعت)

قیمت: Rs. 100

سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ

عہد حاضر کی مشہور دینی شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے حالات زندگی، ان کی شخصیت، ان کی نمایاں صفات، انداز تربیت، توازن و جامعیت، تعلق مع اللہ، خلوص و محبت، فیض و تاثیر اور معرفت و سلوک کا ایمان افروز تذکرہ۔

قیمت Rs. 150

مکتبہ اسلام رؤف مارکیٹ، گوئن روڈ، لکھنؤ ۱۸

Mob: 9415912042
Mob: 9559804335

فہرست مضامین

- اپنی بہنوں سے ۳
- حدیث کی روشنی میں .... امۃ اللہ تسنیم ۴
- جودلوں کو فتح کرلے وہی فاتح زمانہ! .... مولانا خالد سیف اللہ رحمانی ۶
- پردہ کی مخالفت کیوں؟ .... مولانا سید احمد ومیض ندوی ۱۰
- مُعَوِّذتین کی فضیلت .... مولانا محمد ساجد حسن مظاہری ۱۶
- امن وسلامتی بہار اسلام کے بغیر ناممکن .... محمد عبدالحفیظ اسلامی ۲۰
- حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ .... ادارہ ۲۴
- پیاسے لوگ .... نسیم احمد غازی فلاحی ۲۹
- اسلام ہی دین حق ہے .... محترم ریداحمد نعمانی ۳۳
- سوال وجواب .... مفتی راشد حسین ندوی ۳۷
- ابراہیم لانگ، سچائی کی تلاش میں .... تحریر: ابراہیم لانگ ۳۸-۴۰

اپنی بہنوں سے

ربیع الاول کا مبارک مہینہ شروع ہو رہا ہے۔اس مہینہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پوری کائنات منور ہوئی۔تاریکیاں دور ہوئیں۔طاغوتی نظام پارہ پارہ ہوا۔اور رحمۃ للعالمین کی آمد سے ہر طرف باد بہاری چلنے لگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو پیغام رحمت لے کر آئے۔وہ ہر اس شخص کے لئے باعث نجات وفلاح ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کے دل ودماغ میں جاگزیں ہوئی اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنے لئے باعث برکت اور کامیابی سمجھا۔اور اسی راہ میں چلتے ہوئے زندگی گذاری۔

ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم سیرت نبوی کا مطالعہ کرتے رہیں اور اس کو اپنے دل ودماغ کی غذا بنالیں۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت پر خود بھی عمل کریں اور اپنے اہل وعیال کو تلقین کریں کہ وہ بھی اپنی زندگی اسوۂ رسول پر عمل کرتے ہوئے گزاریں، تبھی دنیا اور آخرت کی کامیابی ہم کو حاصل ہوگی اور اللہ تعالیٰ کے انعامات کی بارش ہم پر ہوگی۔

آج جس قسم کے حالات پیش آرہے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف کفر کی طاقتیں متحد ہوگئی ہیں اور زندگی کے ہر میدان میں مسلمانوں کے خلاف سازشیں کی جارہی ہیں اس سے نجات اور بچاؤ صرف اس بات میں ہے کہ ہم اسلام کے سچے اور پکے وفادار بنیں اور اسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت اپنے سامنے رکھیں۔نفس اور شیطان سے بچتے ہوئے قرآن مجید اور حدیث نبوی کی تعلیمات کو ہر وقت نگاہوں کے سامنے رکھیں اور ان پر ہر حال میں عمل کریں۔

نہ صرف یہ کہ خود عمل کریں بلکہ اپنے دیگر مسلمان بھائیوں کو بھی اس طرف متوجہ کریں۔اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کے گوشے سامنے لائیں نہ صرف مسلمانوں کے سامنے بلکہ ان غیر مسلموں کے سامنے بھی لائیں جن سے ہمارے معاشرتی تعلقات ہیں۔چاہے تجارتی تعلقات ہوں یا پڑوس کے تعلقات ہوں اس سے وہ تمام غلط فہمیاں دور ہوں گی جن کی وجہ سے مسلمانوں کے خلاف متعصبانہ برتاؤ ہوتا ہے اور اسلام کا روشن چہرہ دھول میں چھپا دیا جاتا ہے ہم کو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ ہمارا طرز عمل اور عام معاملات میں ہمارا کردار ہی اصل حیثیت رکھتا ہے۔

حدیث کی روشنی میں

امۃ اللہ تسنیم

اللہ کیلئے محبت اور اس کے احکام

ایمان کی حلاوت

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین باتیں جس میں ہوں گی اس کو ایمان کی حلاوت محسوس ہوگی۔ ۱-اللہ اور اس کے رسول ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔ ۲-کسی سے محبت کرے تو للّٰہی محبت کرے۔ ۳-کفر کی طرف واپس ہوجانا جس سے اللہ نے اس کو بچایا ہے اتنا برا سمجھے جتنا آگ میں ڈالے جانے کو برا سمجھتا ہے۔

(بخاری۔مسلم)

سات آدمی جو قیامت میں اللہ کے سایۂ رحمت میں ہوں گے

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سات آدمی ہیں جن پر اللہ تعالیٰ اپنا سایہ کرے گا، جس دن بجز خدا کے سایہ کے کوئی سایہ نہ ہوگا اور وہ سات یہ ہیں۔ ۱-منصف حاکم۔ ۲-وہ جوان جس نے اللہ عزوجل ہی کی عبادت میں نشوونما پائی۔ ۳-وہ جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے۔ ۴-وہ دو آدمی جو اللہ کے لئے محبت کریں، ملیں تو اسی کے لئے اور الگ ہوں تو اسی کے لئے۔ ۵-وہ جس کو کوئی صاحب جمال عورت بلائے تو کہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ ۶-جو اس طرح چھپا کر صدقہ کرے کہ بایاں ہاتھ بھی نہ جانے کہ سیدھا ہاتھ کیا خرچ کرتا ہے۔ ۷-جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اُس کے آنسو بہنے لگیں۔

(بخاری۔مسلم)

للّٰہی محبت رکھنے والوں پر اللہ کا سایہ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا میری عظمت کی وجہ سے جو آپس میں محبت کرتے تھے وہ کہاں ہیں آج میں اُن پر اپنا سایہ کروں گا اور آج میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں۔

(مسلم)

باہمی محبت اور اس کی ترکیب

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم جنت میں نہ جاسکو گے جب تک کہ ایمان نہ لاؤ گے اور جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرو گے مومن نہ ہوگے، میں تم کو ایسی بات نہ بتلادوں کہ تم عمل کرو تو آپس میں محبت ہوجائے، اپنے درمیان سلام پھیلاؤ۔

مسلمان سے خدا کیلئے محبت کی فضیلت

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی اپنے کسی بھائی کو ملاقات کے لئے کسی دوسری بستی جارہا تھا۔ اللہ نے اس کے راستہ پر ایک فرشتہ مقرر کردیا۔ جب وہ فرشتہ کے قریب ہوا تو فرشتہ بولا کہاں کا ارادہ رکھتے ہو، اس نے جواب دیا فلاں بھائی سے فلاں جگہ ملنے جاتا ہوں۔ فرشتہ نے کہا کیا تم پر اس کا کوئی احسان ہے جس کو تم نبھا...... رہے ہو؟ اس نے کہا اس سے میری کوئی غرض نہیں، ہاں مجھے اس سے للّٰہی محبت ہے۔ فرشتے نے کہا کہ میں اللہ کا قاصد ہوں۔ اللہ نے تم سے محبت کی جیسے تم نے اس کی وجہ سے اس سے محبت کی۔ (مسلم)

انصار سے محبت ایمان کی علامت ہے

حضرت براءؓ بن عازب سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے بارے میں فرمایا کہ ان سے محبت کرنے والا مومن ہوگا اور بغض رکھنے والا منافق ہوگا۔ جو ان سے محبت کرے گا اللہ اس سے محبت کرے گا جو ان سے بغض رکھے گا اللہ اس سے بغض رکھے گا۔ (بخاری۔مسلم)

اللہ کیلئے محبت رکھنے والوں کا قیامت میں اعزاز

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو میری عظمت کی وجہ سے آپس میں محبت رکھیں اُن کے لئے نور کے منبر ہوں گے، ان پر انبیاء اور شہداء رشک کریں گے۔ (ترمذی)

اللہ کیلئے محبت کرنے والا اللہ کا محبوب ہے

حضرت ابوادریسؒ الحولانی سے روایت ہے کہ دمشق کی مسجد میں میرا گزر ہوا، میں نے ایک چمکدار دانتوں والے نوجوان کو دیکھا کہ ان کے گرد لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، جب کسی بات پر اختلاف ہوتا تو ان کی طرف رجوع ہوتے اور انہیں کی رائے پر فیصلہ کرتے، میں نے ان کے متعلق دریافت کیا، معلوم ہوا کہ یہ معاذ بن جبلؓ ہیں۔ دوسرے دن میں دوپہر کو بہت سویرے آیا اور میں نے ان کو اپنے سے پہلے آیا ہوا پایا۔ وہ نماز پڑھ رہے تھے میں نے انتظار کیا۔ جب انہوں نے نماز پوری کی تو میں نے اُن کے سامنے آکر سلام کیا۔ پھر عرض کیا خدا کی قسم میں آپ سے محبت کرتا ہوں، انہوں نے کہا سچ، میں نے کہا سچ، بولے سچ سچ، میں نے کہا سچ۔ تو انہوں نے میری چادر کا کونا پکڑ کر مجھ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ پھر فرمایا خوش ہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے میرے لئے آپس میں محبت کرنے والوں، اور میرے واسطے ایک دوسرے کے پاس بیٹھنے والوں، اور میری ہی رضا کے لئے ایک دوسرے پر خرچ کرنے والوں کے لئے میری محبت واجب ہوگئی۔

مسلمان بھائی کو اپنی محبت کی خبر دے دینی چاہئے

حضرت مقدامؓ بن معدی کرب سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی اپنے کسی مسلمان بھائی سے محبت کرے تو اس کو چاہئے کہ وہ اس کو بتادے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔

(ابوداؤد۔ترمذی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت معاذؓ کو محبت کی اطلاع اور دعا کی تعلیم

حضرت معاذؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا اے معاذؓ مجھے تم سے محبت ہے اور فرمایا کہ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اپنی ہر نماز کے پیچھے اللھم اعنی علی ذکرک و شکرک و حسن عبادتک۔ کہہ لیا کرو۔

(ابوداؤد۔ترمذی)

محبت کی اطلاع

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے، دوسرے صاحب آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ان سے محبت ہے، آپ نے فرمایا ان کو بتلا بھی دیا۔ بولے نہیں۔ آپ نے فرمایا بتلادو۔ انہوں نے اُن صاحب سے کہا میں آپ سے اللہ کیلئے محبت کرتا ہوں۔ وہ بولے آپ جس کے لئے مجھ سے محبت کرتے ہیں، وہ آپ سے بھی محبت کرے۔ (ابوداؤد)

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

جو دلوں کو فتح کرلے وہی فاتح زمانہ!

اگر سورج کی چلچلاتی ہوئی دھوپ انسان کو بے چین کررہی ہو تو اس وقت کوئی عقلمند آدمی ہیٹر نہیں چلا سکتا، وہ اے سی اور ایئر کولر ہی میں اپنے لئے سکون تلاش کرے گا، اگر کہیں آگ لگ گئی ہو تو اس کو بجھانے کے لئے مزید آگ کے انگارے نہیں پھینکے جاتے، بلکہ آگ پر پانی ڈالا جاتا ہے، اسی طرح اگر ماحول میں ہر طرف نفرت کی آگ سلگا دی گئی ہو تو اسے محبت کی شبنم ہی سے بجھانا پڑے گا، اگر نفرت کا جواب نفرت سے دیا جائے تو نفرت ہی بڑھتی جائے گی، موجودہ حالات میں اُمت کے لئے اس نکتہ کو سمجھنے کی ضرورت ہے، اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر برے سلوک کا جواب اچھے سلوک سے دو گے، تو دشمنی گہری دوستی میں تبدیل ہوجائے گی، "ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک و بینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم"۔ (حم سجدہ:34)

دنیا کے موجودہ ماحول میں مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن مجید کی اس ہدایت کو پیش نظر رکھیں، اور اپنی عملی زندگی کو اس کا نمونہ بنائیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ایمان کا رشتہ پوری دنیا کے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے مربوط کرتا ہے، اور اس کو ایک ایسا آفاقی خاندان بنا دیتا ہے، جس کے تحت آنے والے افراد کی حیثیت ایک جسم کے مختلف اعضاء کی ہے، دنیا کے کسی کونے میں ایک مسلمان کسی مصیبت سے دوچار ہو تو ضروری ہے کہ دوسری انتہا پر بسنے والا مسلمان بھی اپنے دل میں اس کی ٹیس محسوس کرے، اگر ایک شخص اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور دوسرے مسلمان کی تکلیف اس کو رنجیدہ نہیں کرتی تو یہ اس کے ایمان میں نقص کی دلیل ہے، لیکن اسلامی اُخوت کے ساتھ ساتھ ایک اور رشتہ انسانی اُخوت اور بھائی چارہ کا بھی ہے، اس کا دائرہ اور بھی وسیع ہے اور پوری انسانیت کو شامل ہے، کیونکہ قرآن مجید نے ہمیں بتایا ہے کہ دنیا میں بسنے والے اور قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسان ایک ہی آدم وحوا کی اولاد ہیں، اس طرح پوری انسانیت ایک کنبہ ہے، اور ہر انسان دوسرے انسان کا بھائی ہے، فکر و عقیدہ، رنگ و روپ، شکل وصورت اور طاقت وصلاحیت کے ہزار فرق کے باوجود ایک ہی خون ہے، جو ان سب کے وجود میں دوڑ رہا ہے، اس رشتہ کو بھی ہمیں ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہئے۔

شریعت کے بعض احکام ایسے ضرور ہیں جو مسلمان سے متعلق ہیں، جیسے کسی مسلمان لڑکے یا لڑکی کا نکاح کسی غیر مسلم سے نہیں ہوسکتا، مشرک کا ذبیحہ مسلمانوں کے حق میں حلال نہیں ہے، اسلامی عبادات مسلمانوں سے متعلق ہیں، نماز، روزے مسلمانوں ہی پر فرض ہیں، کوئی غیر مسلم مسلمانوں کا امام نہیں ہوسکتا، زکوٰۃ مسلمانوں ہی سے لی جائے گی اور ان ہی پر خرچ کی جائے گی، حج کی عبادت مسلمانوں ہی پر فرض ہے، لیکن ان کے علاوہ بیشتر مسائل میں مسلم اور غیر مسلم میں فرق نہیں کیا گیا ہے، تعلیم و تعلم، خرید و فروخت، ملازمت و مزدوری، کرایہ داری، سماجی تعلقات وغیرہ میں مسلمان اور غیر مسلم یکساں ہیں، اسلام نے ایسی بھی کوئی پابندی نہیں رکھی ہے کہ مسجد و مدرسہ میں کوئی غیر مسلم بھائی قدم نہ رکھے، عید و بقرعید کی خوشیوں میں ان کو تحفہ نہ پیش کیا جائے، اور افطار و ولیمہ میں ان کو مدعو نہ کیا جائے۔

جو کچھ فرق ہے، وہ عبادات اور پرسنل لاء میں ہے، اخلاق و معاملات میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان کوئی امتیاز نہیں ہے، سماجی اور معاشی تعلقات کی بنیاد معاملات ہیں اور محبت واُلفت کی بنیاد اخلاق اور ان دونوں میں مسلمان اور غیر مسلم برابر ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ہی دونوں راستوں سے اپنے دشمنوں کے دلوں کو فتح کیا، معاملات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت داری، پختگی، اور وفا شعاری کا حال یہ تھا کہ آپ اہل مکہ کے تنگ کرنے یہاں تک کہ جان کے درپے ہوجانے کی وجہ سے مدینہ کے لئے روانہ ہو رہے ہیں، اس مکان میں آرام فرما ہیں، جس کے چاروں طرف بے نیام تلواریں نکلنے والے کا سر قلم کرنے کے لئے تیار ہیں، جذبۂ عداوت سے ہر سینہ معمور ہے، لیکن جاتے جاتے ان ہی خوں آشام دشمنوں کی امانتیں حضرت علیؓ کے سپرد کی جاتی ہیں کہ مکہ کے کفار ومشرکین کو واپس کردیں، عین غزوۂ بدر کے موقع سے جب مسلمانوں کی تعداد اپنے دشمنوں کے مقابلہ بہت کم ہے، ایک ایک سپاہی کی اہمیت ہے، دشمن کی فوج کی پشت کی طرف سے حضرت حذیفہ بن یمانؓ اور ایک صحابی آتے ہیں، اہل مکہ نے ان سے وعدہ لے لیا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوں گے، وہ وہاں سے بڑھ کر بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے، آرزومند ہیں کہ کفر و اسلام کی اس پہلی جنگ میں شرکت کی سعادت حاصل کریں، جبر و دباؤ کی بنیاد پر اہل مکہ سے کئے گئے وعدہ کو نظر انداز کردیں، لیکن ارشاد ہوا کہ تم اپنا وعدہ پورا کرو، ہمارے لئے اللہ کی مدد کافی ہے، کیا معاملات کی صفائی کی ایسی بھی مثال مل سکتی ہے؟

حسن معاملات ہی کا ایک مظہر یہ ہے کہ فاقوں سے دوچار ہیں، پیٹ پر دو دو پتھر باندھے ہوئے ہیں، دو دو مہینہ اس طرح گزر جاتا ہے کہ گھر میں چولہا سلگنے اور کھانا پکانے کی نوبت نہیں آتی، جس وقت وفات ہوئی، اس وقت بھی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن ہے، یہ اس تاجدار نبوت کا حال ہے جس کی سلطنت جزیرۃ العرب کے حدود کو پار کررہی ہے، اور مدینہ میں بڑے صاحب ثروت یہودی اور کتنے ہی دولت مند مسلمان موجود ہیں، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اشارہ ہوجاتا تو طوعاً یا کرہاً یہ ساری دولت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ہوتی، لیکن آپؐ نے کبھی انصاف کا دامن نہیں چھوڑا اور اپنے معاملات کو ہر طرح کے جبر و دباؤ اور بے جا تصرف سے دور رکھا، کبھی کسی قرض دار نے مطالبہ کیا اور مطالبہ میں سختی برتی تو اس کو بھی سہا، اور اگر آپؐ کے رفقاء کو اس پر ناگواری ہوئی تو آپؐ نے ان کو منع فرمایا اور کہا جو صاحب حق ہیں اس کو مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے، "ان لصاحب الحق مقالاً" صاحب حق کے مطالبہ کا جواب ناراض ہونا نہیں ہے، بلکہ اس کا حق ادا کرنا ہے۔ (ترمذی، کتاب البیوع، حدیث نمبر:1317)

مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے معاملات میں اس اُسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش نظر رکھیں، اس وقت صورت حال یہ ہے کہ بجائے اس کے کہ مسلمان کو ایک ایسا شخص سمجھا جائے جس سے معاملہ کرنے میں رغبت ہو، اور جس کو لوگ کاروباری شرکت میں ترجیح دیتے ہوں، لوگ مسلمانوں سے معاملہ کرنے میں خوف کھاتے ہیں، مالک مکان ہو، تو کسی مسلمان کو کرایہ دار بنانا نہیں چاہتا، ٹیکسی والے غیر مسلم بھائی مسلمان محلوں میں سواری کرنے سے گھبراتے ہیں، تاجر اُن سے سامان بیچنے میں گھبراتا ہے کہ یہ وقت پر پیسہ ادا نہیں کرتے، گاہک ہے تو اس کو ان سے مال لینے میں ڈر محسوس ہوتا ہے، پتہ نہیں کس بات میں دھوکہ دے دے؟ بینکوں کا حال یہ ہے کہ وہ مسلمان محلہ کے لوگوں کو قرض دینے میں احتیاط کرتے ہیں، میری قیام گاہ کے قریب ایک مسلمان تاجر نے ٹاٹا کا شوروم کھولا، ان کا بیان ہے کہ ٹاٹا کے جتنے شوروم ہیں، سب فائدے میں ہیں، اور میں ہوں کہ غیر معمولی نقصان اُٹھا رہا ہوں، کیونکہ یہ مسلم علاقہ ہے، بینک

اس میں فائنانس کرنے کو تیار نہیں ہوتا، کیونکہ لوگ پیسہ ادا نہیں کرتے، اور پیسہ کے مطالبہ پر سختی برتی جائے تو غنڈہ گردی پر اُتر آتے ہیں، اس سے قطع نظر کہ سودی فائنانس پر گاڑی لینی جائز نہیں ہے، یہ پہلو قابل غور ہے کہ برادرانِ وطن میں مسلمانوں سے متعلق عمومی تصور کیا ہے؟ اس طرح کی رایوں میں یقیناً پروپیگنڈوں کا بھی کا بھی دخل ہوتا ہے، لیکن اس کے پیچھے ایک حد تک تجربات و واقعات بھی کارفرما ہوتے ہیں، جب تک ہم اپنے عمل کے ذریعہ اس تاثر کو تبدیل کرنے میں کامیاب نہ ہوں، ہم نفرت اور بے اعتمادی کی اس فضاء کو ختم نہیں کرسکتے، اس لئے مسلمان تاجروں، گاہکوں، مکانداروں، اور کرایہ داروں، ڈاکٹروں اور انجینئروں، مختلف پیشوں سے تعلق رکھنے والے ماہرین اور ہنرمندوں، نیز معلموں اور طالب علموں، تعلیمی ادارے چلانے والوں، گورنمنٹ ملازمین اور پرائیویٹ اداروں کے خدمت گاروں، سیاسی قائدین اور سماجی کارکنوں کو اپنا اپنا احتساب کرنا چاہئے کہ برادران وطن کے ساتھ ان کے معاملات کیسے ہیں؟ کہیں ان کی بدمعاملگی پوری اُمت کو رسوا کرنے اور اسلام کو بدنام کرنے کا ذریعہ تو نہیں بن رہی ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صفا کی پہاڑی پر چڑھ کر اپنی نبوت کا اعلان کیا تو پہلے ان پر اپنی زندگی کو پیش فرمایا کہ میں نے تمہارے درمیان بچپن اور جوانی گزاری ہے اور چالیس سال بسر کئے ہیں، تم نے مجھ کو امانتدار پایا یا خیانت کرنے والا؟ اور سچا پایا یا جھوٹ بولنے والا؟ سبھوں کی زبان پر اس وقت ایک ہی جواب تھا کہ آپ سچے اور امانت دار ہیں، آپ نے ان کا مزید امتحان لیا اور دریافت فرمایا: اگر میں کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے دشمن کی ایک فوج کھڑی ہے جو تم پر حملہ کرنے والی ہے تو کیا تم اس کا یقین کرو گے؟ لوگوں نے جواب دیا: کیوں نہیں؟ آپ نے کبھی جھوٹ نہیں کہا: حالانکہ بظاہر حالات ایسے نہیں ہیں، مگر پھر بھی ہم آپ کی بات کو سچ ہی سمجھیں گے، (صحیح مسلم، حدیث نمبر: 355) آج اسی بات کی ضرورت ہے کہ غیر مسلم محلّہ میں رہنے والے اور غیر مسلم بھائیوں سے کاروباری تعلق رکھنے والے مسلمان یہ کہنے کے موقف میں ہوں کہ میری زندگی تمہارے درمیان گزری ہے، کیا تم نے مجھے جھوٹ بولتے اور دھوکہ دیتے ہوئے دیکھا ہے؟ اگر ہمارا کردار اس سطح پر آجائے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم نفرت کی اس مصنوعی دیواروں کو ڈھانے میں کامیاب نہ ہوں جو لوگوں کی طرف سے تعمیر کی گئی ہے اور اسے مسلسل مضبوط اور اونچا کیا جارہا ہے۔

دوسرا قابل توجہ پہلو اخلاق کا ہے، یعنی سماجی زندگی میں ہمارا رویہ برادرانِ وطن کے ساتھ خلوص و محبت، ہمدردی و بہی خواہی اور مروت و رواداری کا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس کا شاہکار تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نبوت عطا فرمائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھبرائے ہوئے اپنے دولت کدہ تشریف لائے کہ اتنی بڑی ذمہ داری جو اللہ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈالی گئی ہے، کیونکہ اٹھائی جاسکے گی؟ اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرد و گرم کی رفیق وفاشعار بیوی اُم المومنین حضرت خدیجہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے عرض کیا: خدا کی قسم! اللہ ہرگز آپ کو ضائع نہیں کرے گا، کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، لوگوں کا بوجھ اُٹھالیتے ہیں، آپ محتاجوں کو روزگار سے لگاتے ہیں، مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں، اور مصیبت زدہ لوگوں کی مدد فرماتے ہیں، (بخاری، حدیث نمبر: 3) یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی بہترین تصویر ہے، جو خاندان کے ایک ایسے فرد کی زبان سے ہے، جنہوں نے دن کے اُجالے میں بھی آپ کو دیکھا تھا اور رات کے اندھیرے میں بھی، خلوت میں بھی اور جلوت میں بھی، دُکھ میں بھی اور سکھ میں بھی، غربت و تنگ دستی میں بھی اور دولت و کشادگی میں بھی، حضرت خدیجہؓ نے یہاں آپ کے جس حسن سلوک کا ذکر فرمایا ہے، اس کا تعلق

مسلمانوں سے نہیں غیر مسلموں سے ہے۔

نبوت کے بعد بھی غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ آپ کا یہی حسن سلوک باقی رہا، مکہ فتح ہوتا ہے، دس ہزار جاں نثار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں اور آپ اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد پر وہ سب کچھ کر گزرنے کو تیار ہیں، جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کا بائیکاٹ کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر اور دیوانہ کہا تھا، قتل کے منصوبے بنائے تھے، آپ کے جاں نثاروں کو گرم ریت پر گھسیٹا، اور تپتی ہوئی دھوپ میں آگ کے انگاروں پر لٹایا تھا، لیکن آپ کی رحمت للعالمینی دیکھئے کہ آپ نے ان زخموں کو کرید کر اہل مکہ کو شرمسار بھی نہیں کیا، نہ سب و شتم کے دو چار جملے کہہ کر انہیں عبرت دلائی، یہاں تک کہ نگاہ غضب سے ان کی طرف دیکھا تک نہیں بس ایک ہی سوال فرمایا کہ تم میرے بارے میں کیا امید رکھتے ہو؟ لوگوں نے بیک زبان عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شریف بھائی ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں: ''انت اخ کریم وابن اخ کریم'' یہ ان کی طرف سے آپ کی بلند اخلاقی اور رحمت بے پایاں کا اعتراف تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کہ آج میں تم سے وہی کہوں گا، جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ تم سب آزاد ہو، تم پر کوئی پکڑ نہیں: ''انتم الطلقاء لا تثریب علیکم الیوم'' (السنن الکبریٰ، کتاب السیر، حدیث نمبر 18739) کاش! آج مسلمانوں کا ایسا رویہ ہو کہ وہ جس آبادی یا زندگی کے جس شعبہ میں رہتے ہوں، اگر وہاں اس کے اخلاق کے بارے میں پوچھا جائے تو لوگ اس کے بارے میں کہیں کہ یہ ہم میں کا ایک شریف آدمی ہے اور اس کا رویہ بتاتا ہے کہ یہ مصنوعی طور پر شرافت کا لبادہ اوڑھے ہوا نہیں ہے: بلکہ یہ ایک شریف خاندان اور ایک شریف قوم کا فرد ہے۔

قرآن مجید نے صاف طور پر کہا کہ جو غیر مسلم تم سے برسر جنگ نہیں ہیں اور جنہوں نے تم کو گھر سے بے گھر نہیں کیا ہے، تم کو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے اور انصاف برتنا چاہئے، (ممتحنہ: 8) ان کا خون ہمارے ہی خون کی طرح قابل احترام اور ان کا مال بھی ہمارے ہی مال کی طرح قابل تحفظ ہے: ''دمائھم کدمائنا واموالھم کاموالنا'' (نصف الرایہ: 4/96، عن علیؓ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کو اپنے یہاں مدعو فرمایا ہے، ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت ولیمہ میں شریک ہونے کی خواہش کی ہے، غیر مسلم بھائیوں کی دعوت قبول کی ہے، ان کو اپنا مہمان بنایا ہے، غیر مسلم حضرات سے تجارتی تعلقات رکھے ہیں، انہیں اپنے گھر ہی نہیں، مسجد نبوی میں بھی ٹھہرایا ہے، غیر مسلم رشتہ داروں کی آخری رسومات میں اور جلوس جنازہ میں جانے کی اجازت دی ہے، صرف دعاء مغفرت سے منع کیا گیا ہے، فقہاء نے غیر مسلموں کی تعزت کی اجازت دی ہے، اور اس کے لئے دلداری کے مناسب الفاظ لکھے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کی عیادت فرمائی ہے، مختلف مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کی مالی مدد فرمائی ہے، جب مکہ میں قحط پڑا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے مدینہ میں ریلیف جمع فرمائی اور پانچ سو دینار ان کے لئے بھیجے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کے حق میں نہ صرف ہدایت کی دُعا فرمائی، بلکہ اہل مکہ سے قحط کی مصیبت دور ہونے کی بھی دُعا فرمائی، اگر غیر مسلموں کے کسی گروہ کے ساتھ ظلم وزیادتی ہوئی، اور وہ آپ سے مدد کا طلب گار ہوئے تو آپ نے ان کی مدد سے دریغ نہیں کیا، اگر کسی مسلمان یا غیر مسلم کا مقدمہ آپ کے پاس آتا تو آپ پورے عدل کے ساتھ فیصلہ فرماتے، چنانچہ بعض مقدمات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان فریق کے خلاف اور غیر مسلم فریق کے حق میں فیصل فرمایا، قرآن مجید نے غیر مسلم بھائیوں کے جذبات سامنے رکھتے ہوئے اس بات کا حکم دیا کہ ان کے مذہبی مقدسات کی بے حرمتی نہ کی جائے اور ان کی دیویوں دیوتاؤں کو برا بھلا نہ کہا جائے:

(بقیہ......صفحہ......۲۰......پر)

مولانا سید احمد ومیض ندوی

پردہ کی مخالفت کیوں؟

وہ زمانہ گزر گیا جب سیاسی قائدین اور ملک میں قیادت کی باگ ڈور سنبھالنے والے افراد انتہائی دور اندیش اور صاحب بصیرت ہوتے تھے۔ ہر قدم پھونک پھونک کر رکھتے تھے۔ جب تک اچھی طرح تولتے نہیں تھے کچھ بولتے نہیں تھے۔ انہیں احساس تھا کہ ان کی زبان سے نکلنے والا ہر لفظ ملک وقوم کے مستقبل کا فیصلہ کرنے والا ہوتا تھا، چنانچہ اول تو بلاضرورت اظہار خیال کرنے یا اخبارات ومیڈیا کے لئے بیان دینے سے گریز کرتے تھے۔ اور جب کچھ کہنا ناگزیر ہوتا ہے تو بہت سوچ سمجھ کر اور کہی جانے والی بات کا ہر زاویہ سے جائزہ لے کر کہتے تھے۔ لیکن موجودہ دور کے سیاسی قائدین کا معاملہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ انہیں جب سیاسی میدان میں تھوڑی بہت کامیابی مل جاتی ہے تو مینڈکوں کی طرح ٹرٹرانے کو اپنا پیدائشی حق خیال کرنے لگتے ہیں اور اخبارات میں بیان بازی اور ہر تھوڑے دنوں میں کسی نہ کسی موقع سے اظہار خیال کو ضروری سمجھتے ہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ موجودہ دور کے سیاسی قائدین کی کارکردگی عملی میدان میں کم اور اخبارات کے صفحات پر زیادہ نظر آتی ہے۔ پھر کسی بھی مقام پر اظہار خیال کرتے ہوئے یہ نہیں سوچتے کہ جو بات وہ کہنے جارہے ہیں وہ کس حد تک اپنے اندر صداقت رکھتی ہے آیا حقائق اسے تسلیم کرتے ہیں یا نہیں؟ ملک کے ایک نامور سیاسی قائد اسے تسلیم کرتے ہیں یا نہیں؟ ملک کے ایک نامور سیاسی قائد جو ملک کی سب سے بڑی ریاست یوپی کی سیکولر جماعت سماج وادی پارٹی کے سربراہ ملائم سنگھ یادو اور گذشتہ 17 رنومبر کو اپنی پارٹی کی عورتوں کے ونگ کے نیشنل کنونشن میں عورتوں سے خطاب کرتے ہوئے پردہ کے تعلق سے کچھ اسی طرح کا اظہار خیال کیا۔ پردہ کے تعلق سے اپنے شدید تحفظ ذہنی کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جو پردے کو بڑھاوا دے اسے پکڑ کر جیل بھیج دو جوش خطاب میں ان کی زبان سے کیا کچھ نکلا نہیں شاید پتہ بھی نہ ہو، ملائم سنگھ نے یہ بات کبھی ان اخلاق باختہ آوارہ جنسی درندوں کے تعلق سے نہیں کہی جو اترپردیش میں سیکڑوں بیٹیوں کا دامن عصمت تارتار کرتے پھرتے ہیں۔ خواتین سے اپیل کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ وہ پردہ کرنا بند کردیں اتنا ہی نہیں بلکہ پردہ کو انہوں نے (رسم بد) سے تعبیر کیا۔ ان کا کہنا ہے کہ پردہ پرانے زمانے میں بالکل نہیں تھا، اس نے ترقی کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی ہیں۔ انہوں نے سوال کیا کہ کیا دروپدی اور سیتا پردہ کرتی تھیں؟ ملائم سنگھ کے بقول پردہ ایک بری رسم ہے اس سے عورتوں میں احساس کمتری پیدا ہوتا ہے۔ ملک میں ملائم سنگھ تنہا فرد نہیں ہیں جنہوں نے پردے کی مخالفت میں آواز اٹھائی ہو بلکہ اس سے قبل سابق صدر جمہوریہ پرتیبھا پاٹل نے بھی اپنے ایک بیان میں پردہ کی شدت سے مخالفت کرتے ہوئے اسے مغل دور کا رواج قرار دیا تھا اور اس رواج کے غیر مسلمین میں عام ہونے کی بعض قابل اعتراض وجوہات بتلائی تھیں جس پر مختلف گوشوں سے تنقید بھی کی گئی تھی۔ ویسے ملائم سنگھ اپنے متنازعہ بیانات کے لئے بار بار ہدف تنقید بنتے رہے ہیں اس سے قبل انہوں نے عورتوں کے ساتھ جنسی زیادتی کرنے والوں کے تئیں یہ کہہ کر کہ لڑکے ہیں غلطی ہو ہی جاتی ہے ایک ہنگامہ کھڑا کردیا تھا جس طرح ان کا مذکورہ بیان انتہائی نامعقول اور بکواس ہے اسی طرح پردے

کے تعلق سے ان کا حالیہ بیان بھی حد درجہ نامعقول صداقت سے عاری اور حقائق کے خلاف ہے۔ ملائم سنگھ کا یہ کہنا کہ "پردہ پرانے زمانے میں بالکل نہیں تھا" خود ان کی ناواقفیت اور جہالت کو ظاہر کرتا ہے انہیں یہ تک نہیں معلوم کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے پندرہ سو سال قبل خالق کائنات کی جانب سے جو شریعت پیش کی ہے اس میں پردہ کو غیر معمولی حیثیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں ایک سے زائد مقامات پر پردہ کی تاکید کی گئی ہے۔

ارشاد ربانی ہے: "**وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاهلية الاولیٰ**" (الاحزاب:23)

اور اپنے گھروں میں ٹکی رہو اور نہ دکھلاتی پھرو جیسے کہ جاہلیت کے دور میں دکھلانے کا دستور تھا۔ اس آیت میں صاف حکم ہے کہ عورتیں گھروں میں رہیں اور بے پردہ بن سنور کر نہ گھومیں پھریں۔ دوسری جگہ ارشاد باری ہے: **و اذا سالتموهن متاعاً فاسالوهن من وراء حجاب ذالكم اطهر لقلوبكم و قلوبهن۔** (الاحزاب:53) جب تم ان سے کسی چیز کا سوال کرو تو پردے کے پیچھے سے کرو اس میں زیادہ پاکیزگی ہے تمہارے دلوں کے لئے اور ان کے دلوں کے لئے آیت میں صحابہ کو تعلیم دی جارہی ہے کہ انہیں ازواج مطہرات سے کوئی چیز مانگنی ہو تو وہ پردے کے پیچھے سے مانگیں۔ اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے: "**يا ايها النبی قل لازواجك و بناتك و نساء المومنين يدنين عليهن من جلابيبهن**"

اے نبی فرمائیے اپنی ازواج سے اور بیٹیوں سے اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہ وہ ڈال لیا کریں اپنے اوپر چادریں۔

جلابیب سے وہ چادر مراد ہے جسے عورتیں اپنے دوپٹے کے اوپر اوڑھتی ہیں اسی طرح سورۂ نور میں پردہ کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا گیا: **ولا يبدين زينتهن الا ما ظهر منها**۔ (النور:31) عورتیں اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو کھلا رہتا ہے۔ یہاں زینت سے ہر وہ چیز مراد ہے جس سے انسان اپنے آپ کو خوبصورت اور خوشنما بنائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک الا ما ظہر سے مراد کپڑے زیور یا بناؤ سنگار کی چیزیں ہیں۔

جہاں تک احادیث نبویہ کا تعلق ہے تو پردہ کی تاکید پر بکثرت احادیث وارد ہوئی ہیں ایک حدیث میں آیا ہے کہ عورت چھپانے کی چیز ہے جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانکتا ہے۔ (ابن کثیر:3/482) ایک اور حدیث میں ارشاد ہے اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ کسی ضرورت کے تحت گھر سے نکلیں تو اپنی چہروں کو سروں کی طرف سے چادر سے ڈھانپ لیں۔ (تفسیر ابن کثیر:3/519) ایک دفعہ حضرت علیؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے آپ نے صحابہؓ سے پوچھا کہ عورتوں کے لئے کیا چیز بہتر ہے؟ صحابہ خاموش رہے۔ جب حضرت علیؓ گھر پہنچے تو اپنی زوجہ حضرت فاطمہؓ سے دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا۔ "**خير لهن ان لا يرين الرجال ولا يروهن**"۔ عورتوں کے لئے بہتر ہے کہ وہ مردوں کو دیکھیں اور نہ ہی مرد ان کو دیکھیں۔ ایک مرتبہ حضرت حفصہؓ وعائشہؓ دونوں آپؐ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ نابینا صحابی عبداللہ بن ام مکتوم آئے۔ آپ نے دونوں ازواج سے فرمایا کہ ان سے پردہ کرو انہوں نے کہا کہ یارسول اللہ کیا یہ نابینا نہیں ہیں آپؐ نے فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو کیا تم اسے دیکھ نہیں رہی ہو۔ (ترمذی، ابوداؤد) یہ اور اس قسم کے دیگر ارشادات میں پردہ کی سخت تاکید کی گئی ہے، شریعت اسلامی میں پردہ ایک لازمی حکم ہے جس کا اہتمام کرنا ہر مسلمان عورت پر ضروری ہے۔ ماقبل اسلام بھی پردہ کا رواج کافی قدیم زمانہ سے چلا آرہا ہے۔ انیسوی صدی کا انسائیکلو پیڈیا کے مطابق رومن ایمپائر میں بھی پردہ کا رواج تھا چنانچہ پردہ پر لکھی گئی کتاب "حجاب" کے مصنف لکھتے ہیں کہ رومانیوں کی عورتیں بھی اسی طرح کام کاج پسند کرتی تھیں جس طرح مرد پسند

کرتے ہیں اور وہ اپنے گھروں میں کام کرتی رہتی تھیں ان کے شوہر اور باپ بھائی میدان جنگ میں سرفروشی کرتے رہتے تھے۔ خانہ داری کے کاموں سے فراغت پانے کے بعد عورتوں کے اہم کام یہ تھے کہ وہ سوت کاتیں اور ان کو صاف کر کے اس کے کپڑے بنائیں۔ رومانی عورتیں نہایت سخت پردہ کیا کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ ان میں جو عورت دایہ گری کا کام کرتی تھی وہ اپنے گھر سے نکلتے وقت بھاری نقاب سے اپنا چہرہ چھپالیتی اور اس کے اوپر ایک موٹی لمبی چادر اوڑھتی جو ایڑی تک لٹکتی رہتی تھی۔ پھر اس چادر پر بھی ایک عبا اوڑھی جاتی جس کے سبب اس کی شکل کا نظر آنا تو کیا جسم کی بناوٹ کا بھی پتہ لگنا مشکل ہوتا تھا۔ (حجاب، ص:40)

اسی طرح ایران کی سلطنت میں بھی نہایت سخت پردہ تھا ایرانی حرم میں نرگس کے پھول بھی نہیں جا سکتے تھے کیونکہ نرگس کی آنکھ مشہور ہے۔ روم اور ایران کی طرح یونان شام اور عرب میں بھی پردہ کا سخت رواج تھا۔ آفتاب نبوت کے طلوع ہونے سے قبل اگرچہ عرب میں بے پردگی عام ہوگئی تھی۔ لیکن اس زمانے میں بھی بعض گھرانوں میں پردہ لازم تھا یہاں تک کہ بعض کفار بھی کشف وجہ یعنی چہرہ کھولنے کو برا سمجھتے تھے۔ چنانچہ دور جاہلی کا شاعر اپنے ممدوح کی شہزادی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے: ''اس کا دوپٹہ گر گیا مگر اس کا قصد نہ تھا کہ گر جائے پھر ہاتھ منہ پر دے دیا کہ ہم سے چھپ جائے اور اس دوپٹہ کو اٹھالیا۔''

اتنا ہی نہیں بلکہ آیات حجاب کے نزول سے قبل بدوی عورتیں ایسا پردہ کرنے کی عادی تھیں۔ جس سے ان کا منہ چھپا رہتا تھا۔

بدر واحد کے واقعات سے پہلے ایک عورت منہ پر نقاب ڈالے بنو قینقاع کے بازار میں واقع بیرون مدینہ منورہ ایک سنار کی دوکان پر کسی زیور کے سلسلہ میں بیٹھی تھی تو یہودیوں نے اسے منہ کھولنے پر مجبور کیا عورت کے انکار پر انہوں نے کوئی ایسی شرارت کی جس سے اس کا پردہ کھل گیا اور یہودی ہنسنے لگے۔ باغیرت خاتون نے اس پر چیخ ماری جسے سن کر ایک مسلمان نے یہودی کا کام تمام کر دیا اور یہودیوں نے اس مسلمان کو شہید کر دیا جس کی اطلاع پا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کے ساتھ سو یہودیوں کا محاصرہ کرلیا۔ (شرعی پردہ کیوں اور کیسے، ص:34)

مذکورہ تفصیلات سے واضح ہوتا ہے کہ پردے کا رواج قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے یہ کہنا بے جا ہی کہ پرانے زمانے میں پردہ نہیں تھا جہاں تک درو پدی اور سیتا کا تعلق ہے تو بعض مورخین نے ان کے دور کو ماقبل تاریخ بتایا ہے اور بعض مورخین نے اسے اساطیری اور دیومالا کی کہانیاں بتلایا ہے اور کہا ہے کہ ان کے کوئی ٹھوس ثبوت اور آثار نہیں پائے جاتے۔ پھر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اگر آج سے دو یا ڈھائی ہزار سال قبل پردہ نہیں تھا تو کیا اس وجہ سے ترک کیا گیا تھا کہ اس دور کی عورتیں زیادہ ترقی یافتہ تھیں یا پھر انسان اس قدر ترقی یافتہ نہیں ہوا تھا کہ وہ مناسب طور پر کپڑے پہن سکے۔ اس لئے کہ ملک کے بعض آزاد خیال اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ عصر جدید کی شروعات تک بھی ہندوستانی خواتین میں بہتر لباس کا تصور نہیں پایا جاتا تھا عورتیں عموماً اپنے بدن کے اوپری حصے کو کھلا ہی رکھا کرتی تھیں اور زیر جامہ کوئی لباس نہیں پہنا جاتا تھا۔ علاوہ ازیں پردہ ترک کرنے پر ترقی ممکن تھی تو سیتا اور درو پدی کے دور کی خواتین نے کیوں ترقی نہیں کی؟ پھر سوال یہ ہے کہ اگر ہندوستان میں پردہ کا رواج نہیں پایا جاتا تھا تو بعد میں اس کی کیوں ضرورت محسوس کی گئی کہ آج بھی راجپوتوں اور جاٹوں میں پردے کا خوب رواج ہے۔ راجستھان، یوپی، مدھیہ پردیش میں بعض ذاتوں میں خواتین پردہ کی پابند ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ پردہ کے تعلق سے بعض نام نہاد روشن خیالوں کی جانب سے جو اعتراضات کئے جاتے ہیں وہ دراصل گہرے مطالعے یا مشاہدے کی بنیاد پر نہیں ہوتے بلکہ مغرب کی دیکھا دیکھی ان باتوں کو دہرایا جاتا ہے۔ تاریک عقل کے حامل ایسے روشن خیال پردہ کی

افادیت اور انسانی معاشرہ کو ہر قسم کی بے حیائی و بدکرداری سے بچانے کے لئے اس کی ناگزیریت کے پہلو پر سرے سی غور ہی نہیں کرتے۔ پردہ نسوایت کا پاسدار اور ناموس خواتین کا محافظ ایک ایسی بیش بہا نعمت ہے کہ اس کے بغیر انسانی معاشرہ کا تحفظ ممکن نہیں پردہ کی افادیت سے انکار وہی شخص کر سکتا ہے جس کی عقل پر پردہ پڑ گیا ہو۔ پردہ کے تعلق سے کئے جانے والے اعتراضات کا جائزہ لینے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے عصر حاضر کے تناظر میں پردہ کی افادیت پر روشنی ڈالی جائے۔

جس پردے کو اس کے مخالفین اور آزادی نسواں کے علمبردار عورتوں کے لئے قید اور ظلم قرار دیتے ہیں اسلام میں دراصل وہ عورتوں کے مقام بلند کی علامت ہے۔ اسلام عورت کو سب سے قیمتی قرار دیتا ہے۔ اور یہ ضابطہ ہے کہ جو چیز جتنی زیادہ قیمتی اور نازک ہوتی ہے اسے اتنا ہی حفاظت کے حصار میں چھپا کر رکھا جاتا ہے۔ مٹی کنکر پتھر عام زمین پر رکھے جاتے ہیں اس کے برخلاف سونے کے ذرات پتھر کی تہوں میں چھپے ہوتے ہیں۔ بیش قیمت موتی سیپ میں بند ہوتے ہیں کائنات میں یہی نظام فطرت ہے خود جسم انسانی میں اعضا و جوارح سے یہی مترشح ہوتا ہے، جو عضو جتنا قیمتی ہے اسے محفوظ حصار میں رکھا گیا ہے۔ دل جس پر پوری زندگی کا مدار ہے سینہ اور پشت کی ہڈیوں کے بیچ میں چھپا کر رکھا گیا ہے۔ دماغ غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے اسے کھوپڑی کی ہڈیوں میں محفوظ کر دیا گیا۔ اشیاء کا بھی یہی معاملہ ہے کہ پیروں میں پہنے جانے والے جوتے چپل دروازے سے باہر چھوڑے جاتے ہیں اس کے مقابلہ میں کپڑوں کو صندوق میں رکھا جاتا ہے۔ پھر اگر رقم یا قیمتی زیورات ہوں تو دیکھئے اسے کتنے ڈبوں میں محفوظ کر کے الماری کی تجوری میں رکھا جاتا ہے۔ اسلام کی نگاہ میں عورت ہیرے موتی سے زیادہ قیمتی ہے۔ زر و جواہرات اس کے سامنے ہیچ ہیں کائنات کی ساری رنگینیاں اسی سے قائم ہیں۔ اس لئے اسلام چاہتا ہے کہ اس قیمتی متاع کو ڈاکوؤں اور لٹیروں کی نگاہوں سے محفوظ رکھا جائے، پردہ دراصل اس حفاظتی حصار کا نام ہے جو انسانی معاشروں کو بے شمار خرابیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ جب ایک ادنیٰ سمجھ کا حامل انسان بلی کے خوف سے دودھ کو، لٹیروں کے خوف سے مال کو اور چیل کے خوف سے گوشت کو چھپانا ضروری سمجھتا ہے تو کیا خدائی حکم کو یہ اختیار نہیں کہ وہ عورت جیسی لاقیمت متاع کی حفاظت کے لئے پردہ کا حکم دیں؟ پردہ بظاہر ایک چھوٹا سا عمل ہے لیکن یہ دراصل انسانی معاشرہ کو فواحش و منکرات اور ہر قسم کے اخلاقی و سماجی بگاڑ اور جنسی بے راہ روی سے تحفظ کا سامان ہے پردے کے اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحب علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

فواحش بدکاری زنا اور اس کے مقدمات دنیا کی ان مہلک بیماریوں میں سے ہیں جن کے مہلک اثرات صرف اشخاص و فرد کو نہیں بلکہ قبائل و خاندان کو اور بعض اوقات بڑے بڑے ملکوں کو تباہ کر دیتے ہیں۔ اس وقت دنیا میں جتنے قتل و غارت گری کے واقعات پائے جاتے ہیں اگر صحیح تحقیق کی جائے تو اکثر اوقات اس کے پس منظر میں کوئی عورت یا شہوانی جذبات کا جال نظر آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اس میں کوئی قوم کوئی مذہب کوئی خطہ ایسا نہیں جو اس کی برائی اور مہلک عیب ہونے پر متفق نہ ہو۔ دنیا کے اس آخری دور میں یوروپی اقوام نے اپنی مذہبی حدوں اور قدیم و قومی روایات سب کو توڑ کر اگرچہ زنا کو اپنی ذات میں کوئی جرم ہی نہیں رکھا اور تمدن و معاشرت کو ایسے سانچوں میں ڈھال لیا ہے جن میں ہر قدم پر جنسی انارکی اور فواحش کو دعوت عام ہے مگر اس کے ثمرات و نتائج کو وہ بھی جرائم سے خارج نہ کر سکے۔ عصمت فروشی زنا بالجبر منظر عام پر فحش حرکات کو انہیں بھی تعزیری جرم قرار دینا پڑا جس کی مثال اس کے سوا کچھ نہیں کہ کوئی شخص آگ لگانے کے لئے سوختہ کا ذخیرہ جمع کرے پھر

اس پر تیل چھڑک کے پھر اس میں آگ لگائے اور جب اس کے شعلے بھڑکنے لگیں تو ان شعلوں پر پابندی لگانے اور روکنے کی فکر کرے۔ ہنڈیا پکانے کے لئے اس کے نیچے آگ جلائے پھر اس کے ابال جوش کو روکنا چاہیں۔ اس کے برخلاف اسلام نے جن چیزوں کو حرام اور انسانیت کے لئے مضر قرار دے کر قابل سزا جرم کہا ہے ان کے مقدمات پر پابندیاں لگائیں اور اس کو ممنوع قرار دیا۔ اس معاملہ میں مقصد اصلی زنا اور بدکاری سے بچانا تھا تو اس کو نظر نیچی رکھنے کے قانون سے شروع کیا۔ عورتوں مردوں کے بے محابا اختلاط کو روکا عورتوں کو گھروں کی چاردیواری میں محدود رکھنے کی ہدایت کی اور ضرورت کے وقت باہر نکلنے کے لئے بھی برقعہ یا لمبی چادر میں پورا بدن چھپا کر نکلنے اور سڑک کے کنارے چلنے کی ہدایت کی۔

حضرت مفتی صاحب اپنے اس مضمون کا اختتام ان الفاظ پر کرتے ہیں کہ بے پردگی میں اگر کچھ معاشی فوائد بھی ہوں مگر جب پورے ملک وقوم کو ہزاروں فتنہ وفساد میں مبتلا کردے تو پھر اس کو نافع کہنا کسی دانشمند کا کام نہیں ہوسکتا۔ (معارف القرآن)

پردے کے مخالفین ذرا ان معاشروں کا جائزہ لیں جہاں آزادی نسواں کے نام پر بے پردگی کو فروغ دیا گیا ایسے مغربی معاشرہ آج اپنی اس عریانی تہذیب کے نتیجہ میں مختلف خطرناک سماجی، نفسیاتی امراض میں مبتلا ہوکر آمادہ خودکش ہوچکے ہیں۔ خود مغربی دانشوروں نے اس کا اعتراف کیا ہے۔ اطالوی ماہر نفسیات ڈاکٹر اسٹیفن کلارک نے ایک جریدے کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ مغربی معاشرہ پردہ نہ کرنے کی وجہ سے بگڑا۔ پردہ کا رواج ہوتا تو امریکا اور یورپ میں شادیاں ناکام ہوتیں نہ فحاشی پھیلتی۔ مغرب کے رہنے والے پردے کا اسلامی اصول اپنالیں تو معاشرے میں انقلاب آجائے۔ انہوں نے کہا کہ پردہ حکم ربی ہے جب تک پردہ ہوتا ہے گھر امن وسکون اور حیا کا پیکر ہوتا ہے۔ جو قوم ان اوصاف سے محروم ہوجائے وہ پریشانیوں میں گھر جاتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ عورتوں مردوں کا میل جول رشتہ دار مرد وخواتین کا گھر بلا روک ٹوک آنا جانا میری نظر میں نقصان دہ ہے۔ اس کا اثر ائندہ نسلوں پر بھی پڑتا ہے۔ (بحوالہ شرعی پردہ کیوں اور کیسے)

ڈاکٹر سیل لکھتے ہیں: شادی شدہ اور غیر شادی شدہ لوگوں میں آزادانہ اور ناجائز میل ملاپ کو بالکل ممنوع قرار دیا جائے اس لئے کہ ان کے خطرناک نتائج ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس کا نتیجہ ہے کہ گناہ کی ترغیب اخلاقی گراوٹ دماغ کی بے چینی نسلی اختلاط، ناجائز حمل۔ اسقاط حمل وغیرہ اس کے ثمرات ہیں۔

پردے کے طبی فوائد کا بھی مغربی دانشور اور ماہرین طبی تحقیقات نے اعتراف کیا ہے۔ حجاب پر ایک تازہ ترین میڈیکل ریسرچ کیا گیا ہے کہ حجاب پہننے سے خواتین منھ اور ناک کے ذریعہ لگنے والی بیماریوں سے محفوظ رہ سکتی ہیں۔ اپنے چہروں اور بالوں کو مٹی دھول اور دھوپ کے مضر اثرات سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔ پاکستان کے نواب شاہ میڈیکل کالج میڈیسن ڈپارٹمنٹ سال چہارم کی طالبات کی جانب سے کی جانے والی تحقیق کے مطابق گزشتہ چار سالوں سے پردہ دار خواتین کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ امیر طبقہ سے تعلق رکھنے والی خواتین 12 فیصد درمیانی طبقہ کی 15 فیصد سے 18 فیصد اور غریب طبقہ کی 6.53 فیصد خواتین حجاب استعمال کرتی ہیں۔

برطانیہ کے ماہر امراض چشم اور یونیورسٹی آف ٹیکنالوجی کے پروفیسر جان مارشل نے کہا ہے کہ سر کو ڈھانپ کے رکھنے والے افراد بینائی کے مسائل کا کم شکار ہوتے ہیں۔ شریعت مطہرہ نے مسلمانوں کو سر ڈھانپ کر رکھنے کا حکم دیا ہے کھانا کھاؤ تو سر ڈھانپو بیت الخلاء جاؤ تو سر ڈھکا ہوا ہو۔

جدید تحقیق سے ثابت ہوچکا ہے کہ لمبے بالوں کے لئے سورج کی زائد روشنی آلودگی اور وہ پانی جس میں کلورین کی مقدار زیادہ ہو مضر ہے بالوں کو تھوڑی مقدار میں دھوپ درکار ہوتی ہے ایک امریکی

خاتون عرب گئیں تو وہاں کے اسلامی معاشرہ میں حجاب اور اس کے پاکیزہ مقام سے بیحد متاثر ہوئی اس نے اپنے عوام کے سامنے آکر تاثرات پیش کرتے ہوئے کہا کہ عرب عوام کی سوسائٹی ایک صحت مند سوسائٹی ہے اس کے معاشرتی اور سماجی اصول اتنے مناسب اور معقول ہیں کہ انہیں ہر نوجوان لڑکے اور لڑکی کو قبول کرلینا چاہئے یہ بات امریکہ اور دیگر یونیورسٹیوں میں مفقود ہے، میل جول کی عام اجازت ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ تمام اخلاقی قدریں ناپید ہوگئی ہیں (عورت کی اسلامی زندگی) پردہ طبی نقطہ نظر سے صحت وحفاظت کا ضامن ہے پردہ سے عورتوں میں تحفظ کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ پردہ وقار نسوانیت ہے۔ اس سے جنسی بھیڑیوں پر سارے دروازے بند ہوجاتے ہیں، عصمتوں کا تحفظ ہوتا ہے۔ پردہ بری رسم نہیں بلکہ اس کے نہ ہونے سے ساری برائیاں جنم لیتی ہیں۔ اس سے عورتوں میں احساس تحفظ وشعور ووقار پیدا ہوتا ہے بے پردہ مغربی عورتوں نے قبول اسلام کے بعد اعتراف کیا کہ ہمیں پہلی مرتبہ آزادی و وقار اور تحفظ کا احساس ہوا ہے۔ ہندوستان کی مشہور انگریزی شاعر خاتون کملا ثریا قبول اسلام کے بعد پردہ کی پابند ہوئیں اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرنے لگیں پردہ سے احساس کمتری پیدا ہونے کی بات کسی عورت نے خود سے کبھی نہیں کیا سوائے ان عورتوں کے جنہیں مرد بننے کا شوق ہے۔

OOO

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۰ صفحات کے اس رسالے کی قیمت انتہائی کم (فی شمارہ صرف بیس روپے اور سالانہ خریداری-/200 روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے بیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقوم ''ادارہ رضوان'' کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زر سالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ اور منی آڈر فارم بھی روانہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ یاددہانی ہوسکے۔

یاد رکھئے! زر سالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہٰذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زر سالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ ''رضوان'' خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر یا بذریعہ فون اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرمادیں۔ نیز اپنا خریداری نمبر یا جس نام سے رسالہ جاری ہے وہ پتہ صاف اور خوشخط ضرور لکھیں۔

آپ کا تعاون اس دینی سعی وکاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور ''رضوان'' کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کیلئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

مولانا محمد ساجد حسن مظاہری

معوذتین کی فضیلت

(قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ، وَ مِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ، وَ مِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ، وَ مِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ)۔

ترجمہ: ”آپ کہئے کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں، تمام مخلوق کے شر سے اور رات کے شر سے جب اندھیرا پھیل جائے اور گرہ لگا کر ان میں پھونک مارنے والیوں کے شر سے اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔“

تشریح وتوضیح

اللہ رب العزت بندوں پر اپنی بے پناہ رافت ورحمت کی بنا پر یہ چاہتے ہیں کہ بندے آخرت کے نقصان وخسران اور وہاں کی سزا وہر طرح کے نقصان سے بچے رہیں، ایذا وتکلیف پہنچانے والی اور نقصان دینے والی کچھ چیزیں تو ایسی ہیں جو ظاہری، اور دکھائی دینے والی ہیں، اور حتی المقدور انسان ان کے شر سے بچتا بھی رہتا ہے، اور اگر معاملہ روشنی اور دن کا ہو تو دشمنی اور تکلیف دینے والی چیزیں کافی دور سے نظر آجاتی ہیں، اس لئے انسان ان کے شر سے گاہ بگاہ بچ بھی جاتا ہے لیکن اگر واقعہ، نہ دکھنے والی چیزوں کا ہو، اور وقت بھی رات کا، اور ظلمت وتاریکی کا ہو، تو ایسے خطرناک دشمن اور مشکل ترین حالات میں ضعیف و ناتواں انسان کے لئے بچنا دشوار ہوجاتا ہے، تو ایسے مشکل ترین وقت میں، انسان کو یہ تعلیم دی گئی کہ وہ اس ذات اقدس کی پناہ چاہئے، جس کی قدرت باہرہ کے سامنے، ہر قاہر وجابر سرنگوں ہے، جس کی منشا ومرضی کے بغیر، ایک پتہ بھی حرکت نہیں کرتا اور جب کوئی بندہ خلوص دل سے اس کی پناہ چاہتا ہے، تو پردۂ غیب سے اس کی حفاظت و حمایت کے انتظام کئے جاتے ہیں اور اس کو شرور وفتن سے محفوظ کردیا جاتا ہے۔

سوتے وقت کا عمل

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سونے کے لئے جب رات کو بستر پر تشریف لاتے...... تو دونوں ہتھیلیاں اکٹھی کرکے ”قل ہو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس“ پڑھ کر دونوں ہتھیلیوں پر دم کرکے سارے بدن پر، جہاں تک پھیر سکتے، پھیر لیتے تھے، سر اور چہرہ اور بدن کے اگلے حصہ سے ہاتھ پھیرنا شروع کرتے، پھر باقی تمام بدن پر پھیرتے تھے اور یہ عمل (سارے بدن کا مسح) تین بار کرتے تھے۔

عن عائشؓ ان النبی صلی اللہ علیہ سولم کا اذا اویٰ الی فراشہ کل لیلۃ جمع کفیہ، ثم نفث فیہما، فقرا فیہما: قل ہو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق، و قل اعوذ برب الناس، ثم یمسح بہما ما استطاع من جسدہ، یبدأ بہما علی راسہ و وجہہ وما اقبل من جسدہ، یفعل ذلک ثلاث مرات۔" (سنن ابی داؤد، رقم:5056)

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے تو معوذتین پڑھ کر اپنے اوپر دم کرلیا کرتے تھے، لیکن جب بیماری سخت ہوگئی تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھ کر دم کردیتی اور برکت دست حاصل کرنے کے لئے دستِ مبارک پکڑ کر بدن پر پھیر دیتی تھی۔

عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اشتکی یقرأ فی نفسہ بالمعوذات وینفث، فلما اشتد وجعہ کنت اقرأ علیہ، و امسح علیہ بیدہ،

رجاء برکتہا۔" (سنن ابی داؤد، رقم3902)

ہر رات ضرور پڑھا کرو

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی، میں نے پہل کی اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر عرض کیا: اللہ کے رسول! کس عمل سے مومن کی نجات ہوتی ہے اور کون سا عمل مومن کی نجات کا ذریعہ بنتا ہے؟ آپ نے فرمایا: اپنی زبان کی حفاظت کر، گھر سے باہر کم نکلا کر، اپنے گناہوں کو یاد کرکے رویا کر، عقبہ فرماتے ہیں کہ: دوسری بار میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی، تو آپ نے پہل کی اور میرا ہاتھ پکڑ کر پوچھا: عقبہ! کیا میں تمہیں توریت، زبور، انجیل، قرآن کی سورتوں میں سے تین سب سے بہتر سورتیں سکھاؤں؟ میں نے عرض کیا: (میں آپ کے قربان) ہاں یا رسول اللہ! ضرور سکھادیجئے، آپ نے مجھے (قل ہو اللہ احد) و (قل اعوذ برب الفلق) و (قل اعوذ برب الناس) سکھائی اور فرمایا: عقبہ ان کو کبھی نہ بھولنا، ہمیشہ یاد رکھنا، ان کو ہر رات ضرور پڑھا کرنا۔ عقبہ کہتے ہیں کہ: وہ دن اور آج کا دن، میں ان کو کبھی نہیں بھولا اور کوئی رات میری ایسی نہیں گذری جس میں، میں نے ان کو نہ پڑھا ہو۔

عن عقبۃ بن عامر: قال: لقیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فابتدأتہ فاخذت بیدہ، قال: فقلت: یا رسول اللہ، ما نجاۃ المؤمن؟ قال: یا عقبۃ، أحرس لسانک، ولیسعک بیتک، وابک علیٰ خطیئتک، قال: ثم لقینی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فابتدأنی، فأخذ بیدی، فقال: یا عقبۃ بن عامر، الا اعلمک خیر ثلاث سور انزلت فی التورۃ والانجیل والزبور والفرقان العظیم قال: قلت: بلیٰ، جعلنی اللہ فداک، قال فأقرأنی (قل ہو اللہ احد) و (قل اعوذ برب الفلق) و (قل اعوذ برب الناس)، ثم قال: یا عقبۃ، لاتنساہن، ولا تبت لیلۃً حتی تقرأہن، قال: فما نسیتہن قط منذ قال: لاتنساہن، و مابت لیلۃ قط حتی اقرأہن۔ (مسند احمد بن حنبل 17334, 17467)

سوتے، جاگتے دونوں وقت پڑھنے کا حکم

حضرت عقبہؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ، مدینہ کی گلیوں میں آپ کی سواری کی نکیل تھامے چلا جارہا تھا کہ آپ نے مجھ سے فرمایا: اب آؤ! تم سوار ہوجاؤ! میں نے اس خیال سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر سوار ہونا آپ کی عظمت کے خلاف ہے، سوار نہیں ہوا، آپ نے دوبارہ ارشاد فرمایا: تم سوار نہیں ہوتے؟ میں نے خیال کیا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ مانوں گا تو نافرمانی ہوگی، اس دفعہ سوار ہونا منظور کرلیا، تھوڑی دیر کے بعد میں اتر گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوگئے۔ پھر آپ نے فرمایا عقبہ! میں تجھے دو بہترین سورتیں نہ سکھاؤں؟ میں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ! ضرور سکھائیے۔ پس آپ نے مجھے سورہ (قل اعوذ برب الفلق) (قل اعوذ برب الناس) سکھائیں، پھر نماز کھڑی ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی اور نماز میں ان ہی دونوں سورتوں کی تلاوت کی، پھر مجھ سے فرمایا: تو نے دیکھ لیا، سن! جب تو سوئے اور جب بیدار ہو تو انہیں پڑھ لیا کر۔

عن عقبۃ بن عامر قال: بینما اقود برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی نقب من تلک النقاب اذا قال لی: یا عقبۃ؟ الا ترکب؟ فاجللت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ارکب مرکب رسول اللہ، ثم قال الا ترکب یا عقبۃ؟ فاشفقت ان یکون معصیۃ، فنزل و رکبت ہنیہۃ، ثم نزلت و رکب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ثم قال: الا اعلمک سورتین

من خیر سورتین قرأ بهما الناس؟ فاقرأنی (قل اعوذ برب الفلق) و (قل اعوذ برب الناس)، و اقیمت الصلاۃ فتقدم فقرأ بهما، ثم مرّ بی، فقال: کیف رأیت یا عقبۃ، اقرأ بهما کلما نمت و قمت۔ (السنن الکبری للنسائی رقم: 7843، مسند احمد بن حنبل:17229)

ہر نماز کے بعد پڑھنے کا حکم

عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا کہ: میں ہر نماز کے بعد (قل اعوذ رب الفلق) و (قل اعوذ برب الناس) پڑھا کروں۔

عن عقبۃ بن عامر قال: امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ان اقرأ بالمعوذتین فی دبر کل صلاۃ۔" (سنن الترمذی، رقم :2903)

ایک سفر میں، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑ کر چل رہا تھا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے متوجہ کرنے کے لئے ارشاد فرمایا: عقبہ! میں تمہیں پڑھی جانے والی دو بہترین سورتیں سکھاؤں؟ پھر آپ نے مجھے (اعوذ برب الفلق) اور (اعوذ برب الناس) سکھائی، عقبہ کہتے ہیں جب آپ نے دیکھا کہ میں ان کے سیکھنے سے بہت خوش نہیں ہوا، تو جب منزل پر قیام ہوا تو صبح کو نماز فجر میں انہی دو سورتوں کی تلاوت فرمائی، نماز سے فراغت کے بعد میری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا: عقبہ کیسی رہی۔ یعنی بہت خوب۔

عن عقبۃ بن عامر قال: کنت اقود برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ناقتہ فی السفر، فقال لی: یا عقبۃ، الا اعلمك خیر سورتین قرئتا، فعلمنی (قل اعوذ برب الفلق) و (قل اعوذ برب الناس) قال: فلم یرنی سررت بهما جداً، فلما نزل لصلاۃ الصبح صلی بهما صلاۃ الصبح للناس، فلما فرغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الصلاۃ التفت الی فقال: یا عقبۃ کیف رأیت؟" (سنن ابی داؤد، رقم :1462)

امام احمد کی روایت ان الفاظ کے ساتھ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تجھ کو ایسی سورتیں نہ سکھلا دوں جن کی مثل نہ توریت میں کوئی سورت نازل ہوئی نہ زبور میں نہ انجیل میں نہ قرآن میں؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں (ضرور سکھلا دیجئے) (فرمایا): (قل هو الله احد) اور (قل اعوذ رب الفلق) اور (قل اعوذ برب الناس)

بچھو کے کاٹے کا علاج

حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ ایک بچھو نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے کاٹ لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: خدا ناس کرے بچھو کا کہ نمازی بے نمازی کسی کو نہیں چھوڑتا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی اور نمک منگایا اور کاٹی ہوئی جگہ پر لگاتے رہے اور (قل یأیها الکافرون، و قل اعوذ برب الفلق، و قل اعوذ برب الناس) پڑھتے رہے۔

عن علی، قال: لدغت النبی صلی اللہ علیہ وسلم عقرب و هو یصلی، فلما فرغ، قال: لعن اللہ العقرب لا تدع مصلیاً ولا غیرہ، ثم دعا بماء و ملح، و جعل یمسح علیها، ویقرأ قل یأیها الکافرون، و قل اعوذ برب الفلق، و قل اعوذ برب الناس۔ (المعجم الصغیر للطبرانی: 23/2)

ہر پریشانی کا علاج

حضرت عبداللہ بن خبیب کا بیان ہے کہ ایک رات بارش اور سخت اندھیرا تھا، اس رات ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھانے کا انتظار کرتے رہے...... آپ تشریف لائے تو فرمایا: پڑھو! میں نے عرض کیا، کیا پڑھوں؟ فرمایا: صبح، شام تین تین بار قل هو اللہ احد اور معوذتین پڑھ لیا کرو، ہر پریشانی اور مصیبت والی چیز سے تمہاری حفاظت رہے گی۔

عن معاذ بن عبداللہ عن ابیہ قال: اصابنا طش وظلمۃ فانتظرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لیصلی بنا، ثم ذکر کلاماً، معناہ: فخرج (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیصلی بنا) فقال: قل! قلت: ما اقول؟ قال: قل هو اللہ احد والمعوذتین حین تمسی و حین تصبح ثلاثاً، یکفیك کل شیء۔ (السنن الکبریٰ للنسائی رقم :7860)

سفر کا توشہ

سفر سے پہلے آدمی سامان سفر تیار کرتا ہے، تاکہ سفر میں کسی قسم کی دشواری نہ ہو، مگر پھر بھی آدمی کو طرح طرح کی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس سے بچاؤ کا ذریعہ و واسطہ درج ذیل پانچ سورتیں ہیں۔

جیسا کہ جبیر بن مطعم سے مروی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا: اے جبیر! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ جب تم سفر کرو تو ساتھیوں میں تمہاری حالت سب سے بہتر ہو اور تمہارا توشہ سب سے زیادہ ہو؟ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، ہاں ضرور چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا: یہ پانچ سورتیں، قل یأیها الکافرون، اذا جاء نصر اللہ والفتح، قل هو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس اس طرح پڑھ لیا کرو کہ ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور آخر میں بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لیا کرو۔ جبیر کہتے ہیں کہ: میں مالدار تھا اور جس کے ساتھ مقدر ہوتا، سفر کیا کرتا تھا، لیکن ساتھیوں میں سب سے بدتر حالت میری ہوتی اور میرا توشہ بھی سب سے کم ہوتا، مگر جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، مجھے یہ سورتیں سکھائیں اور میں نے پڑھنا شروع کیا تو واپسی تک ساتھیوں میں سب سے بہتر میری حالت ہوتی اور میرا توشہ بھی سب سے زیادہ ہوتا۔

خبیر بن مطعم یقول: قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اتحب یا جبیر اذا خرجت سفراً ان تکون من امثل اصحابك هیئۃ، و اکثرهم زاداً؟ فقلت: نعم، بأبی انت و امی، قال: فاقرأ هذہ السور الخمس: (قل یأیها الکافرون) و (اذا جاء نصر اللہ والفتح) و (قل هو اللہ احد) و (قل اعوذ برب الفلق) و (قل اعوذ برب الناس) و افتح کل سورۃ بسم اللہ الرحمن الرحیم، و اختم قرائتك بسم اللہ الرحمن الرحیم، قال جبیر: و کنت غنیًا کثیر المال، فکنت اخرج مع من شاء اللہ ان اخرج معهم فی سفر، فاکون ابدهم هیئۃ، واقلهم زاداً، فما زلت منذ علمنیهن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، و قرأت بهن اکون من احسنهم هیئۃ و اکثرهم زاداً، حتی ارجع من سفری ذلك۔" (الکتاب: مسند ابی یعلی:7419)

تہائی قرآن کا ثواب

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تہائی قرآن پڑھنے سے پہلے تم میں سے کوئی نہ سویا کرے، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم میں سے ہر شخص اس کی طاقت کہاں رکھتا ہے کہ وہ روزانہ تہائی قرآن پڑھا کرے؟ آپ نے فرمایا: (قل هو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) نہیں پڑھ سکتے؟ (یعنی ان تینوں سورتوں کی تلاوت کا ثواب، تہائی قرآن کی تلاوت کے برابر ہے)۔

عن ابی هریرہ: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا ینام احدکم حتی یقرأ ثلث القرآن قالوا: یا رسول اللہ وکیف یستطیع احدنا ان یقرأ ثلث القرآن؟ قال: الا یستطیع ان یقرأ قل هو اللہ احد و قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس؟ (حاکم 567/1 وقال: صحیح الاسناد و وافقہ الذهبی) ●●

محمد عبدالحفیظ اسلامی

امن و سلامتی بہار اسلام کے بغیر ناممکن

انسانی زندگی میں ہر موقع پر رہنمائی و رہبری کی ضرورت ہوتی ہے جس کے بغیر انسانی زندگی حقیقی زندگی نہیں کہلاتی، رہنمائی و رہبری ایک ایسی چیز ہے جسے اگر انسان چھوڑ دے تو وہ پھر چوپایوں سے بھی زیادہ گری ہوئی زندگی میں مبتلا ہو جاتا ہے پھر اس کے شب و روز تاریک سے تاریک ہوتے چلے جاتے ہیں، جہاں پر وہ اشرف المخلوقات بنا کر دنیا میں روانہ کیا گیا تھا وہ اپنے کردار سے اس کے برعکس ثبوت فراہم کرنے لگتا ہے، یہ انسانی تاریخ رہی ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کی طرف سے ملنے والی ہدایات و تعلیمات کو ٹھکرایا تو اس کا لازمی نتیجہ خود اس کے خسارہ کا باعث بن گیا۔ موجودہ زمانے میں بھی جو کچھ انسانوں کا نقصان ہو رہا ہے، یہ سب کا سب خود انسانوں کی ہاتھ کی کمائی ہے، انسانی بگاڑ و فساد یہ اسی کے مظاہر ہیں، اس کی روک تھام اور سدباب کے لئے ساری دنیا کا خالق و مالک نے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے مختلف ادوار میں اپنے انبیاء و رسول روانہ کرتا رہا اور اس کا سلسلہ حضرت محمدؐ کی ذات اقدس پر تمام کر دیا اور آپؐ نے اپنی حیات طیبہ و مطہرہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچنے والی ہدایات و رہنمائی سے انسانوں کو مالا مال فرمادیا اس سے پہلے انسانوں کی آبادیاں اپنے اپنے زمانے کے انبیاء کی تعلیمات کو فراموش کر بیٹھی تھیں اس میں کچھ تو اپنے انجام بد کو پہنچ چکی تھیں اور جن لوگوں نے اپنے زمانے کے نبیوں کی رہنمائی و رہبری کو قبول کیا تھا وہ تو کامیاب ہو گئے اور اللہ نے انہیں ہر فتنہ و فساد سے بچالیا لیکن حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ آخری نبی و رسول کی حیثیت سے مبعوث فرمائے جانے تک بھی انسانوں کی بڑی تعداد دنیا میں ایسی پائی جاتی تھی جو اپنے اشرف المخلوقات کے اونچے مقام سے ناواقف تھی، اپنے مالک حقیقی کو فراموش کر دیا تھا، شرافت و احترام آدمیت ختم ہو کر رہ گئی تھی، انبیاء کی تعلیمات کو بھول جانے کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ وہ انسانی شب و روز کے گزارنے کا خدائی طریقہ چھوڑ بیٹھے اور اپنے خود ساختہ طریقہ ایجاد کر لئے، اور اپنے اپنے ملکوں و علاقوں سے انسانی تقدس ناپید ہو گیا۔ قبیلوں میں آپسی جنگ، طاقتوروں کا کمزوروں پر ظلم، انسانی اخلاق و کردار کا خاتمہ، چھوٹی چھوٹی معمولی باتوں پر لڑائیوں کا آغاز اور نہ ختم ہونے والا طویل سلسلہ، جوا، شراب کشیدگی، شراب فروشی، اور شراب نوشی، راتوں میں عیش کی محفلیں سجانا، عورتوں کو شمع محفل بنانا، دختر کشی، مسافروں کو لوٹ لینا، اور لوگوں کو غلام بنا کر دوسروں کے ہاتھ فروخت کر دینا، چوری زنا کاری، عورتوں پر زبردستی قبضہ جمانا، یتیموں کا مال ناحق کھالینا، بیواؤں پر ظلم و زیادتی وغیرہ نے انسانی سماج میں ایک تاریک کیفیت پیدا کر دی گویا شرف انسانی کو دیمک چاٹ گئی تھی، یہی حال دنیا کی کم و بیش نوع انسانی کا طرز عمل ہو کر رہ گیا تھا۔ مسیحیت اور یہودیت کی نگاہ میں عورت ہی انسانی گناہ کی بانی و ذمہ دار تھی، بدھ مت میں عورت سے تعلق رکھنے والوں کے لئے نروان کی کوئی صورت نہ تھی، ہندو مذہب میں ویدوں کی تعلیم کا دروازہ عورت کے لئے بند تھا، اور دوسری طرف نظر ڈالئے تو معلوم ہوگا کہ یونان میں گھر والیوں کے لئے نہ علم تھا نہ تہذیب و ثقافت تھی اور نہ تو حقوق مدنیت (اگر یہ چیزیں جس عورت کو ملتی تھیں وہ رنڈی ہوتی تھیں) روم ایران اور چین مصر اور تہذیب کے دیگر مراکز کا بھی کم و بیش یہی حال تھا۔ صدیوں کی محرومی و محکومی نے عورتوں میں احساس کمتری پیدا کر دی، اور

عزت نفس کا احساس بھی تقریباً مٹ چکا اور دنیا میں ان کے ساتھ برتے گئے رویہ کی وجہ سے صنف نازک اور حالات کی ماریوں نے یہ بات بھی بھول چکی تھیں کہ وہ بھی کچھ بنیادی حقوق لے کر دنیا میں آئی ہیں، باعزت و احترام کا کوئی مقام بھی رکھتی ہیں، عورت کو غلامی کی زنجیر میں ایسا جکڑ کر رکھ دیا گیا تھا کہ یہ اپنا مذہب پتی ورتا بنانے پر مجبور ہو کر رہ گئی تھیں (پتی ورتا کے معنی یہ بنا کر رکھ دیئے گئے تھے کہ شوہر اس کا معبود اور دیوتا ہے)۔

ایسے خزاں دیدہ و خزاں رسیدہ اور بے رونق انسانی و نسوانی حقوق کے اجڑے ہوئے ویرانے میں محمدؐ ایک ایسی بہار کے ساتھ تشریف لاتے ہیں جسے بہار انسانیت کہے بنا بات مکمل نہیں ہوتی کیونکہ آپ نے جس بہار عظیم کو پیش فرمایا وہ اسلام کے دروازے سے برآمد ہوتی ہے جس سے انسانی قلوب میں بہار آئی ہے جو اب تک مردہ ہو چکے تھے۔

یہ بہار جیسے جیسے آگے بڑھی اور پھیلتی رہی انسانی اخلاق میں بھی انقلاب پیدا کرتی چلے گئی اور ہر طرف اخلاقی بہار نظر آنے لگی۔ انسانی زندگی کا ایک اہم پہلو جس کا تعلق جذبات و احساسات سے ہے اس میں بھی آپؐ نے اسلامی بہار سے لوگوں کو فیضیاب فرمایا اور اسے ایک صالح رخ دیا۔ صنف نازک جیسا کہ میں اوپر ذکر کر چکا ہوں سماج میں عورت کا کوئی مقام نہیں تھا لیکن جیسے ہی اسلامی بہار آئی تو عورت کو وہ سارے حقوق ملنے لگے جو ابھی تک نہیں ملتے تھے۔ انشاء اللہ آگے چل کر حقوق نسواں کے سلسلہ میں مضمون کی طوالت سے بچتے ہوئے چند جھلکیاں پیش کروں گا۔

اسلام یہ بات واضح طور پر پیش کرتا ہے کہ سارے کے سارے انسان ایک مرد و عورت سے پیدا کئے گئے اور تمہیں کچھ برادریوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا ہے اور یہ تقسیم صرف جان پہچان اور تعارف کے لئے ہے (نہ کہ آپس میں تفاخر کے لئے)

نبی کریمؐ کے ارشاد گرامی سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نہ گورے لوگ کالوں پر برتری ظاہر کریں اور نہ کالے لوگ سماج میں کچھ کم درجہ رکھتے ہیں۔ ہاں انسان پر انسان کی برتری صرف اس بات میں پوشیدہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے کتنا ڈرتے ہیں یعنی جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ ڈرتا ہے، اور اس کا تقویٰ اختیار کرتا ہے وہی محترم ٹھہرے گا چاہے وہ گوری چمڑی کا حامل ہو یا کالی چمڑی والا ہو، اس طرح انسانی زندگی میں مساوات پیدا کر دیا گیا اور اونچ نیچ کا تصور ختم کر دیا گیا۔

اب ہم تھوڑا یونان کے فلسفیوں اور مفکرین کے نظریات پر روشنی ڈالتے ہیں جنہیں اس بات کا غرہ ہے کہ وہ حقوق انسانی کے مدعی ہیں اور مختلف موقعوں پر اپنے فلسفے پیش کرتے ہیں، ہاں یہ اور بات ہے کہ یہ لوگ قانون کی حکمرانی اور عدل و انصاف کی باتیں تو کرتے ہیں لیکن ان کے عدل و انصاف کے پیمانے ایک علاحدہ چیز ہے، یہ لوگ غیر فطری طور پر نسل انسانی کو مختلف طبقات میں بانٹ کر اپنی حکمرانی چلانا چاہتے ہیں اور یہ سلسلہ آج تک بھی چلا آیا ہے، خاص طور پر آزادی ملک کے بعد سے اب ہم اسلامی نظریہ حیات پر روشنی ڈالنے سے قبل مغرب کے مفکرین و فلسفیوں کی ذہنی اختراع پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک انسانی حقوق کا مطلب کیا تھا اور انسانی حقوق کے سلسلہ میں ان کے پاس انصاف کا کیا معیار ہے۔ اس سلسلہ میں ہم سب سے پہلے یونان کے مشہور فلسفی افلاطون کے نظریات پر غور کریں۔ افلاطون اپنی مشہور کتاب ”جمہوریت“ میں یوں رقمطراز ہوا کہ ”شہریو! تم آپس میں بھائی ضرور ہو مگر خدا نے تمہیں مختلف حالتوں میں پیدا کیا ہے، تم میں سے کچھ میں حکمرانی کی صلاحیت ہے اور خدا نے انہیں سونے (Gold) سے بنایا ہے، کچھ چاندی سے بنائے گئے ہیں جو ان کے معاونین ہیں، پھر کاشتکار و دستکار ہیں جو انہیں پیتل و لوہے سے بنایا ہے“ یہ تھا افلاطون کا تصور حکمرانی یا حکمرانی کا حق، اب ہم اس فلسفی تصور انصاف پر روشنی ڈالیں وہ انصاف کے بارے میں لکھتا ہے کہ ”میں اعلان کرتا ہوں کہ انصاف طاقتور کے مفاد کے سوا کچھ نہیں،

دنیا میں ہر جگہ انصاف کا سب ایک ہی اصول ہے، وہ ہے طاقتور کا مفاد۔" انصاف کی مزید تشریح و توضیح کرتے ہوئے مزید لکھتا ہے کہ انصاف ایک ایسا فن ہے جو دوستوں کو نوازتا اور دشمنوں کو رگیدتا ہے۔ افلاطون عدل بین الناس کا بھی قائل نہیں وہ اپنی ایک دوسری کتاب قوانین میں لکھتا ہے کہ غلاموں کو وہی سزا ملنی چاہئے جس کے وہ مستحق ہیں۔ انہیں آزاد شہری کی طرح صرف سرزنش نہیں کرنی چاہئے ورنہ ان کا دماغ خراب ہو جائے گا۔

عورتوں کے معاملہ میں اس کا خیال ہے کہ نیک اعمال کی ادائیگی میں عورت کی فطرت مرد سے کمتر ہے۔

افلاطون کی طرح اس کا شاگرد ارسطو بھی طبقاتی معاشرہ کو پسند کرتا ہے، اور مساوات بین الناس سے بہت زیادہ گھبراتا ہے، وہ اپنی کتاب "سیاست" میں لکھتا ہے کہ جمہوریت وہ طرز حکومت ہے جس میں اقتدار نیچ، مفلس اور بیہودہ لوگوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے، یہ وہ آخری مکروہ ترین طرز حکومت ہے جو ہر شہری کو حکومت میں حصہ دار بنا دیتا ہے، غلاموں کے بارے میں اس کا نقطہ نظر واضح ہے وہ کہتا ہے کہ کچھ لوگ فطرتاً آزاد پیدا ہوئے اور کچھ غلام پیدا کئے گئے وہ آزاد لوگوں کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ غلاموں کو آپس میں بانٹ لیں اور ان کو کام پر لگا دیں اور ان کی روٹی کپڑے کا بندوبست کر دیں۔ صرف غلاموں کو ہی نہیں بلکہ ان کی بیوی بچوں تک کو بھی اشرافیہ کی ملکیت قرار دیتا ہے اور وہ یہ بھی کہتا ہے کہ غریب لوگ امیروں کے پیدائشی غلام ہیں، افلاطون اور اس کے شاگرد کے انسانی حقوق اور اس کے متعلق تصورات جاننے کے بعد ہمیں معلوم ہو گیا کہ ان کے حقوق انسانی کے معیار کیا ہیں جب یونان یورپ کا سرچشمہ ہدایت کہلایا جاتا ہے۔

آج بھی مغرب انسانی حقوق کا اپنے کو ہیرو کہلانا بہت پسند کرتا ہے لیکن حقیقت میں دیکھا جائے تو اپنے استادوں کے نقش قدم پر چل رہا ہے طریقہ اور اسلوب بیانی میں افلاطون و ارسطو سے الگ ہو سکتا ہے لیکن بنیادی طور پر انسانی حقوق کی پالیسی میں کوئی فرق نہیں ہے، گویا یوں سمجھئے کہ رنگ بدل گیا ڈھنگ وہی ہے۔

آج عورتوں کے سلسلہ میں کہا جاتا ہے کہ انہیں آزادی ملنی چاہئے اور آزادی نسواں کے بہت چرچے ہوتے ہیں، اور حقیقت میں دیکھا جائے تو ان کا استحصال کیا جا رہا ہے، قرآن حکیم اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ عورت کی پیدائش پر لوگوں کی حالت کیا رہتی ہے۔ سورہ نحل کی آیت 59 میں اس کا ذکر یوں ہوا ہے کہ "اور جب ان میں کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خبر دی جاتی ہے اور وہ زہر کا گھونٹ پی کر رہ جاتا ہے اس خبر سے جو شرم کا داغ اس کو لگ گیا ہے، اس کے باعث لوگوں سے چہرہ چھپاتا پھرتا اور سوچتا ہے کہ آیا ذلت کے ساتھ بیٹی کو لئے رہوں یا مٹی میں دبا دوں۔"

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے عورت کو جو حقوق عطا کیا ہے وہ کسی دوسرے مذہب میں ملنا ناممکن ہے۔ پہلی بات یہ کہ مرد کو جو حاکمانہ اختیار دیئے ہیں وہ صرف محض خاندان کے نظم کو چلانے کے لئے دیئے گئے ہیں نہ کہ عورت پر رعب ڈالنے یا اس کا استحصال کرنے۔

دوسری اصولی بات یہ ہے کہ خواتین کو وہ تمام مواقع عطا کر دیئے گئے جو اپنی قوت و صلاحیت کے لحاظ سے تعمیر تمدن میں حصہ لے کر اپنا کام بخوبی انجام دے سکے۔ تیسری اور اہم بات یہ ہے کہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ عورت خوب ترقی کرے مگر عورت کے حدود میں رہ کر، کیونکہ عورت فطرتاً نازک ہوتی ہے اور اگر اسے مرد بنا دیا جائے جیسا کہ آج آزادی نسواں کے نام پر بنایا جا رہا ہے یہ سراسر فطرت کے خلاف اور انجام کے لحاظ سے نامفید بلکہ نقصان کا باعث ہوتا ہے۔

اسلام نے انسانی جان کو انتہائی محترم ٹھہرایا ہے، سورہ مائدہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس نے کسی کی جان بچائی اس نے گویا تمام انسانوں کی زندگی بخشی، اور اسی طرح

دوسرے مقام پر قرآن اس کا ذکر کرتا ہے۔ "قتل نفس کا ارتکاب نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے، مگر حق کے ساتھ۔"

اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم تمہیں بھی رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی دیں گے۔" (سورۃ انعام)

بہار اسلام کی مزید برکتوں کی طرف ہم روشنی ڈالتے ہیں جس میں انسانی املاک کا تحفظ کر دیا گیا ہے۔

یعنی انسان کو اپنی کمائی دولت کو زبردستی یا نامعقول طریقوں سے حاصل کرنے کی حکومت کو اجازت نہیں دیتا۔ جیسے کہ آج کے زمانے میں دنیا کے اندر غیر ضروری طور پر مختلف بہانوں سے ٹیکس وصول کئے جاتے ہیں۔ سورہ بقرہ میں ارشاد ہوا: "اور تم باطل طریقے سے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ۔"

علاوہ ازیں تحفظ آبرو کا سامان بھی مہیا کر دیا گیا یعنی اسلامی ریاست کے ہر شہری کا اہم حق یہ ہوگا کہ اس کی عزت و آبرو کو تحفظ حاصل ہو، اس سلسلہ میں سورۃ الحجرات میں ارشاد ربانی یوں آیا ہے۔

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، آپس میں ایک دوسرے پر لعن نہ کرو، اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔

ہتک عزت کے سلسلہ میں بھی اسلام کا قانون بڑا سخت ہے، یعنی ہتک عزت کے سلسلہ میں ہر شہری کو یہ حق عطا کیا گیا ہے کہ وہ کسی دوسرے شخص کی جانب سے اس کی بے عزتی کرے یا اپنا بڑا پن جتاتے ہوئے اسے پیٹنے کی صورت میں اسلامی عدالت میں اپنا مقدمہ پیش کر سکتا ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی کئی حقوق اسلام نے انسانوں کو عطا کیا ہے۔ مثلاً نجی زندگی کا تحفظ، شخصی آزادی، عمل غیر سے برأت، ظلم کے خلاف احتجاج کا حق، آزادی اظہار، آزادی ضمیر و اعتقاد، حق مساوات، حصول انصاف کا حق، معاشی تحفظ کا حق، معصیت سے اجتناب کا حق، آزادی تنظیم و اجتماع، سیاسی زندگی میں شرکت کا حق، آزادی نقل و حرکت و سکونت کا حق، اجرت و معاوضہ، مسلمانوں کے خصوصی حقوق، ذمیوں کے خصوصی حقوق وغیرہ وغیرہ۔ آج دنیا کو یہ بتانا ہے کہ انسان کو امن و سکون اور سلامتی چاہئے تو اسلام کے دامن راحت کو تھام لو۔

اب خیر امت کے منصب پر فائز گروہ کی بھی یہ بھاری ذمہ داری ہے کہ وہ بنی نوع انسان کی رہنمائی و رہبری کے لئے آگے بڑھیں جو کتاب اللہ و سنت رسولؐ اور روش صحابہؓ سے اچھی طرح واقف ہے۔ لہٰذا ایک طرف برادران ملت کو ان کی کوتاہیوں کی طرف متوجہ کریں، اور اصلاح حال کی طرف مائل کریں، دوسری جانب برادران وطن کو بھی متوجہ کریں اور دین حنیف کا پیغام ان تک پہنچائیں، یہ کام اگر مسلسل کیا جاتا رہے تو ایک دن ہمارا ملک بھی بہار اسلام کی برکتوں سے فیضیاب ہو سکے گا۔ انشاء اللہ۔

○○○

ضروری اعلان

محترم قارئین کرام!

جن لوگوں کو دفتر کی جانب سے بقایا جات کے خطوط روانہ کئے گئے ہیں، ان سے گذارش ہے کہ جلد از جلد بقایا رقم ادا فرما دیں، اس وقت ادارے کو رقم کی سخت ضرورت ہے نیز اگر رسالہ جاری رکھنے کا ارادہ نہ ہو، مطلع کر دیں تاکہ ادارے کا مزید نقصان نہ ہو۔

جو حضرات دفتر سے معلومات حاصل کرنا چاہتے ہوں وہ ۲ر بجے سے شام ۵ر بجے تک فون پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ جمعہ کے دن دفتر بند رہتا ہے۔

دفتر کھلنے کا وقت ۲ر بجے سے ۵ر بجے تک ہے، دیگر اوقات میں فون نہ کریں۔

رابطہ کیلئے: Mobile : 9415911511

حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ

ادارہ

ہلاکت کے سال "عام الرمادہ" میں جب انسان و حیوان اور نباتات و جمادات سخت قحط کا شکار ہوگئے تو امیرالمؤمنین حضرت عمرؓ کھلی فضا میں مسلمانوں کے ساتھ استقاء پڑھنے اور اللہ رحیم و کریم سے باران رحمت کے لئے گڑگڑا کر دعا کرنے کے لئے باہر نکلے۔

پھر حضرت عمرؓ ایک مقام پر کھڑے ہوگئے اور اپنے دائیں ہاتھ سے حضرت عباسؓ کا دایاں ہاتھ تھام کر آسمان کی طرف بلند کرکے دعا گو ہوئے: "اے اللہ! پہلے ہم تیرے نبیؐ کی وساطت سے تجھ سے بارش کی دعا کرتے تھے اور اس وقت نبیؐ ہمارے درمیان موجود تھے۔

اللہ! آج ہم تیرے نبیؐ کے چچا کی وساطت سے بارش طلب کرتے ہیں، اللہ! ہم پر بارش برسا۔"

مسلمان ابھی یہاں سے ہل نہیں پائے تھے کہ بارش آگئی اور اس قدر بری کہ چہروں پر تازگی کی لہر دوڑا دی، ہر طرف پانی پانی کردیا اور زمین کو سرسبز و شاداب کر ڈالا۔

صحابہؓ حضرت عباسؓ کے پاس گئے، ان سے بغل گیر ہونے لگے، ان کی پیشانی کے بوسے لینے لگے اور یہ کہتے ہوئے ان کو بابرکت قرار دینے لگے: "اے (اہل) حرمین کی پیاس بجھانے والے شکریہ۔"

حضرت عباسؓ جس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی قدر ان کو عزت و اکرام دیتے تھے۔ آپ ان کی تعریف و ستائش کرتے اور ان کی خوبیوں کا ذکر جمیل فرمایا کرتے تھے۔ آپ فرماتے:

"یہ میرے باپ دادا کی نشانی ہیں۔"

"یہ عباس بن عبدالمطلبؓ ہیں قریش کے سب سے بڑے سخی اور رشتوں کا سب سے زیادہ لحاظ رکھنے والے۔"

جس طرح حضرت حمزہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا بھی تھے اور ہم جولی بھی، اسی طرح حضرت عباسؓ آپ کے چچا بھی تھے اور ہم عمر بھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباسؓ کی عمروں میں دو یا تین سال کا فرق ہے، حضرت عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سال بڑے تھے۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چچا عباسؓ ایک ہی عمر کے بچے اور ایک ہی نسل کے جوان تھے۔ ایک اور چیز جس کو انسانیت کے پرکھنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہمیشہ اولین حیثیت حاصل رہی وہ حضرت عباسؓ کا اخلاق اور اچھی صفات تھیں۔

حضرت عباسؓ سخی تھے، بہت بڑے سخی...... گویا وہ ان اچھی خوبیوں کے چچا ہی تھے۔ آپ رشتہ داروں اور اہل و عیال کے ساتھ جڑ کر رہنے والے انسان تھے۔ ان دونوں کے رشتوں کا لحاظ رکھتے تھے۔ اس سلسلے میں آپ اپنے مال و متاع یا سعی و جہد اور اثر و رسوخ میں سے کسی بھی اعتبار سے بخل نہیں کرتے تھے۔ آپ عام رشتہ داری اور خاندانی قرابت داری کے معاملے میں حد درجہ دانشمندی سے کام لیتے تھے۔ آپ کی اسی دانشمندی و ذہانت نے آپ کو قریش کے درمیان بلند مقام سے سرفراز کر رکھا تھا۔

یہاں تک کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کا برملا اظہار کیا تو حضرت عباسؓ اس قابل تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی جانے والی بہت سی تکلیفوں کو آپ سے رفع کرسکیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت ابورافعؓ کہتے ہیں: "میں عباس بن عبدالمطلبؓ کا نوکر تھا اور اس وقت اسلام اس گھر کے افراد میں داخل ہوچکا تھا۔ عباسؓ مسلمان ہوگئے، ان کی بیوی ام فضل مسلمان ہوگئیں اور میں بھی مسلمان ہوگیا مگر عباسؓ اپنا اسلام چھپا کر رکھتے تھے۔"

حضرت ابورافعؓ کی یہ روایت غزوۂ بدر سے قبل حضرت عباسؓ کے قبولیت اسلام کی وضاحت کرتی ہے۔ رہی بات ہجرت نبوی کے بعد مکہ میں ان کے ٹھہرے رہنے کی تو یہ ایک ایسی حکمت عملی تھی جس نے بہترین طریقے سے اپنے اہداف کو حاصل کیا۔ قریش حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کے ارادوں میں شکوک و شبہات کو کب چھپا رہنے دے سکتے تھے مگر مسئلہ یہ تھا کہ جناب عباسؓ کے مقابل میں آنے کا بھی ان کے پاس کوئی جواز نہ تھا۔

کیونکہ بظاہر ان کا معاملہ یہ تھا کہ وہ اسی دین اور طریقے پر تھے جس کو قریش پسند کرتے تھے۔ یہاں تک کہ غزوہ بدر کا موقع آگیا اور قریش کو حضرت عباسؓ کے دل میں چھپے ارادوں کا امتحان لینے کا موقع مل گیا۔ جناب عباسؓ قریش کی اس مکروہ تدبیر سے بھلا کب لاعلم رہنے والے تھے۔

آپ اگرچہ قریش کی حرکات و سکنات کی خبریں مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچانے میں کامیاب ہوگئے تھے لیکن قریش بھی عنقریب انہیں اس معرکہ میں شرکت کے لئے نکال باہر لانے میں کامیاب ٹھہرنے والے تھے جس معرکہ میں شرکت پر جناب عباسؓ ایمان رکھتے تھے نہ کوئی ارادہ۔ تاہم یہ جنگ جناب عباسؓ کے لئے ایک مقررہ متعین کامیابی تھی جو الٹا قریش کے لئے ہی تباہی و بربادی لانے والی تھی۔

غزوہ بدر میں دونوں طاقتیں آمنے سامنے آتی ہیں اور تلواریں ہر گروہ اور فریق کے انجام کا تعین کرتے ہوئے پوری خوفناکی کے ساتھ آپس میں ٹکرانے کے لئے تیار ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو مخاطب فرماتے ہیں: "کچھ بنو ہاشم سے اور کچھ بنو ہاشم کے علاوہ لوگ مجبور کرکے نکالے گئے ہیں، انہیں ہمارے ساتھ لڑنے کی کوئی ضرورت نہیں، ان میں سے کسی کا سامنا تم میں سے کسی کے ساتھ ہوجائے تو وہ اسے قتل نہ کرے۔ جو شخص ابوالبختری بن ہشام بن حارث بن اسد کو پائے وہ اسے قتل نہ کرے۔ اور جو عباسؓ بن عبدالمطلب کو پالے وہ بھی ان کو قتل نہ کرے، ان کو تو مجبور کرکے جنگ میں لایا گیا ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم کے ساتھ اپنے چچا عباسؓ کی کسی خوبی کو مخصوص نہیں کر رہے تھے، خوبیاں بیان کرنے کا یہ موقع تھا نہ وقت۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آپ کے چچا مشرکین میں سے ہوتے تو آپ ایسے نہ تھے کہ اپنے صحابہؓ کے سروں کو میدان جنگ میں متحرک دیکھتے اور پھر بھی اپنے چچا کے لئے سفارش کرتے...... اللہ اکبر۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب جن کی آپ اور اسلام کے لئے بہت سی قربانیاں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس چچا کے لئے مغفرت کی دعا کرنے سے بھی روک دیا گیا۔ عقل و شعور کا فیصلہ یہی ہے کہ ایسا رسول غزوہ بدر میں جائے تو اپنے مشرک آباء و اخوان کو قتل کرنے والوں سے کہے کہ میرے چچا کو قتل نہ کرنا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا کی حقیقت سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ چچا کا سینہ اسلام کے لئے کھل چکا ہے اور اسی طرح کی نظر نہ آنے والی اور بہت سی خدمات کو بھی آپ جانتے تھے جو چچا نے اسلام کے لئے انجام دیں اور آپ اس آخری بات کو بھی جانتے تھے کہ چچا کو مجبور کرکے جنگ میں لایا گیا ہے۔ لہٰذا اس وقت آپ کا فرض تھا کہ آپ اس شخص کی جان کو بچانے کے لئے مقدور بھر کوشش کرتے۔

ادھر ابوالبختری بن ہشام تو وہ ہے جس کے بارے میں نہ یہ مشہور تھا کہ اس نے اپنے اسلام کو چھپا رکھا ہے اور نہ اس نے اسلام کی اس طرح مدد و نصرت کی تھی جس طرح جناب عباسؓ نے کی تھی۔ "ابوالبختری بن ہشام" کی تمام تر بڑائی اور فضیلت یہ تھی کہ وہ مسلمانوں کے اوپر قریشی سرداروں کی طرف سے ڈھائے جانے

والے ظلم وستم میں ان کا شریک نہ تھا اور نہ ان کی ان حرکتوں پر خوش تھا اور بدر میں صرف مجبور ہو کر ہی آیا تھا۔

آیئے ذرا تاریخ کا سفر کر کے اس دور میں داخل ہو کر جناب عباسؓ سے ملاقات کریں۔ بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر موسم حج میں جب تہتر مرد اور دو خواتین انصاریوں کا وفد مکہ آیا تاکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ ہجرت کرنے کے سلسلے میں باہمی صلاح مشورہ کریں تو اس موقع پر رسول اللہ نے اس وفد کے آنے اور بیعت کرنے کی خبر اپنے چچا عباسؓ تک پہنچائی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا کی ہر طرح کی رائے پر اعتماد و وثوق تھا۔ جب ملاقات کا وقت ہوا جو خفیہ ہونی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے چچا عباسؓ اس جگہ پہنچ گئے جہاں انصار منتظر بیٹھے تھے۔

ہم اس گفتگو کا بیان وفد کے ارکان میں سے ہی ایک رکن پر چھوڑتے ہیں۔ یہ رکنِ وفد حضرت کعب بن مالکؓ ہیں، فرماتے ہیں: ''ہم گھاٹی کے اندر بیٹھے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے یہاں تک کہ آپ ہمارے پاس آگئے اور آپ کے ساتھ عباسؓ بن عبدالمطلب تھے۔ عباسؓ نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا: ''اے خزرج! تمہیں معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے ہیں اور ہم نے ان کو اپنی قوم سے اس طرح بچا کر رکھا ہے کہ وہ اپنی قوم میں ایک معزز و باوقار حیثیت رکھتے ہیں اور علاقے میں محفوظ بھی ہیں لیکن وہ یہ سب کچھ چھوڑ کر تمہارے پاس آرہے ہیں۔

اگر تم سمجھتے ہو کہ جس چیز کی طرف تم نے انہیں بلایا ہے اس سے وفاداری کرو گے اور انہیں ہر اس شخص سے بچا لو گے جو ان کی مخالفت کرے گا تو پھر تم جو کر رہے ہو خوشی سے کرو اور اگر تم سمجھتے ہو کہ تم ان کو اپنے پاس لے جا کر بے یار و مددگار چھوڑ دو گے اور انہیں رسوا کرو گے تو پھر ابھی سے پیچھے ہٹ جاؤ اور انہیں نہ لے جاؤ۔''

جناب عباسؓ اپنے یہ کاٹ دار اور فیصلہ کن الفاظ کہہ رہے تھے تو ان کی آنکھیں انصار کے چہروں پر گڑی تھیں۔ آپ اپنی باتوں کے جواب اور ان کے فوری ردعمل کا انتظار کر رہے تھے۔ حضرت عباسؓ کی عظیم ذہانت عملی ذہانت ہونے کی بنا پر مادی میدان میں حقیقت کا احاطہ کر لیتی تھی، وہ ایک باخبر نگران اور تفتیش کار کی طرح دور دور تک حقیقت کا پیچھا کرتے تھے، لہٰذا آپ نے اسی گفتگو پر اکتفا نہ کیا بلکہ انصار سے ایک اہم سوال کر کے بات کو نئے سرے سے شروع کیا ''مجھے بتاؤ کہ تم اپنے دشمن سے کس طرح جنگ کرتے ہو؟''

حضرت عباسؓ اپنی ذہانت اور قریش کے ساتھ اپنے تجربے کی بنا پر یہ جانتے تھے کہ اسلام اور شرک کے درمیان جنگ ناگزیر ہے، کیونکہ قریش کبھی اپنے عناد، سرداری اور دین کو چھوڑ نہیں سکتے اور اسلام جو ہمیشہ حق ہوتا ہے وہ کبھی باطل کے لئے اپنے قانونی حقوق سے دستبردار نہیں ہوسکتا۔ تو کیا انصار جو اہل مدینہ ہیں، مستقبل میں پیش آنے والی اس جنگ کے متحمل ہوسکیں گے؟ اور کیا وہ کرّ وفر اور جنگ کے ماہر قریش کے تکنیکی اعتبار سے ہم پلہ ہوسکتے ہیں؟ یہی وجہ تھی کہ آپ نے انصار سے مذکورہ سوال کیا۔ انصار بھی وہ لوگ تھے جو جناب عباسؓ کی گفتگو پر ہمہ تن گوش تھے گویا وہ انسانی چٹانیں ہوں۔

حضرت عباسؓ اپنی گفتگو سے فارغ ہوئے تو انصار نے بات شروع کی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام نے جناب عباسؓ کے مذکورہ سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا د ہم...... اللہ کی قسم...... اہل حرب ہیں، ہمیں جنگ کی غذا دی گئی ہے۔ اس کا عادی بنایا گیا ہے اور اپنے آباء سے نسل در نسل ہمیں یہ وراثت ملی ہے۔

ہم تیروں کے ذریعے تیر اندازی کرتے ہیں یہاں تک کہ تیر ختم ہو جاتے ہیں۔ پھر ہم نیزوں کے ذریعے نیزہ زنی کرتے ہیں، یہاں تک کہ نیزے ٹوٹ گرتے ہیں۔ پھر ہم تلواریں لے کر نکلتے ہیں اور تلوار زنی کرتے ہیں یہاں تک کہ ہم میں سے جو پہلے موت کے منہ میں جانے والا ہوتا ہے وہ موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے یا پھر ہمارا دشمن موت کا شکار ہو جاتا ہے۔''

حضرت عباسؓ نے خوش ہو کر جواب دیا ''پھر تو تم اہل حرب ہو، کیا تمہارے پاس زرہیں بھی ہیں؟''

انصار نے جواب دیا ''ہاں...... ہمارے پاس پورے جسم کو ڈھانکنے والی زرہیں ہیں۔''

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انصار کے درمیان تاریخی اور عظیم گفتگو ہوئی۔

ہجرت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے آٹھویں برس یعنی اس وقت جب اللہ تعالیٰ نے مکہ کو اپنے دین اور رسولؐ کے لئے فتح کر دیا تھا۔ جزیرہ عرب کے بعض سردار قسم کے قبائل پر یہ گراں گزرا کہ ایک بالکل نیا دین اس تیزی کے ساتھ اس قدر بڑی فتح حاصل کرلے۔ لہٰذا ہوازن، ثقیف، نضر، جشم اور دوسرے قبائل اکٹھے ہوئے اور انہوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک فیصلہ کن جنگ برپا کرنا طے کر لیا۔

یہاں لفظ ''قبائل'' سے ان جنگوں کی کیفیت کے بارے میں دھوکا نہیں کھانا چاہئے جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری زندگی مشغول رہے کہ یہ تو بس چھوٹے چھوٹے پہاڑی قبیلوں کی جھڑپیں تھیں، کوئی بڑی جنگیں نہ تھیں جو یہ قبائل اپنے قلعوں میں لڑتے تھے۔

یہ قبائل شدید ترین جنگجوؤں کے بے شمار صفوں کی صورت جمع ہوگئے۔ مسلمان 12 ہزار کی تعداد میں ان کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلے۔

12 ہزار......؟ کن لوگوں میں سے 12 ہزار......؟ ان لوگوں میں سے جنہوں نے ابھی کل ہی مکہ فتح کیا تھا او۔ بت اور بت پرستی کو اس کی آخری اور بدترین جگہ پر پہنچا دیا تھا، ان کشور کشاؤں کے پرچم آسمان کے افق پر اس طرح بلند ہو رہے تھے کہ ان کے سامنے کوئی قوت مزاحمت نہ کر رہی تھی۔

یہ سوچ کچھ غرور پیدا کر دیتی ہے اور مسلمان شر کے آخری پھیر میں آجاتے ہیں۔ اس سوچ کی وجہ سے وہ فخر و تکبر کا شکار ہوگئے جو ان کی کثرت تعداد اور مکہ کی فتح نے پیدا کر دیا تھا۔ انہوں نے یہ کہہ دیا ''اب ہم قلت تعداد کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوسکتے۔''

جب آسمان انہیں جنگ سے بڑے اور اعلیٰ مقاصد کے لئے تیار کر رہا تھا، اس وقت ان کا اپنی عسکری قوت اور جنگی فتح کے غرّے میں آجانا ایک نامناسب عمل تھا جس سے انہیں جس قدر جلد ممکن ہوسکتا ہے نجات دلانا ضروری تھا خواہ یہ نجات صدمہ پہنچا کر دلائی جائے، یہ صدمہ شافیہ لڑائی کے آغاز میں بہت بڑی شکست کی صورت میں رونما ہوا۔ یہاں تک کہ مسلمان اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوگئے اور آپس کے دامنوں کو چھوڑ کر اللہ کے دامن سے چمٹ گئے، اپنی قوت پر بھروسے کو چھوڑ کر اللہ کی قوت پر توکل کرنے لگے۔ تب جا کر یہ شکست فتح میں بدلی اور مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے قرآن کی یہ آیات نازل ہوئیں:

''اللہ اس سے پہلے بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے۔ ابھی غزوہ حنین کے روز (اس کی دستگیری کی شان تم دیکھ چکے ہو) اس روز تمہیں اپنی کثرت تعداد کا غرّہ تھا۔ مگر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی اور تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ پھر اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسولؐ پر اور مومنین پر نازل فرمائی اور وہ لشکر اتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور منکرین حق کو سزا دی کہ یہی بدلہ ہے ان لوگوں کے لئے جو حق کا انکار کریں۔'' (التوبہ: 25، 26)

اس روز حضرت عباسؓ کی آواز اور ثابت قدمی سکینت و بہادری کے نمایاں ترین مظاہر میں سے ایک مظہر تھا۔ ہوا یوں کہ مسلمان اپنے دشمن کی آمد کے انتظار میں تہامہ کی ایک وادی میں جمع ہونے والے تھے کہ مشرکین ان سے پہلے ہی وادی میں پہنچ گئے اور وادی کے نشیب و فراز میں گھاتیں لگا کر بیٹھ گئے اور اچانک مسلمانوں پر بھرپور حملہ کیا اور انہیں اس قدر خوفزدگی کے عالم میں دور تک مار بھگایا کہ کوئی مسلمان پیچھے

مڑ کر دوسرے مسلمان کو نہیں دیکھتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچانک حملہ آور ہونے والے دشمن کی یہ کارروائی دیکھی تو فوراً اپنے سفید خچر پر سوار ہوئے اور بآواز بلند پکارنے لگے: لوگو! بھاگ کر کہاں جارہے ہو؟ میری طرف واپس آجاؤ۔ یہ ہرگز جھوٹ نہیں کہ میں نبی ہوں، میں عبدالمطلب کا پوتا ہوں۔ اس لمحے نبیؐ کے اردگرد ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ بن ابوطالب، عباسؓ بن عبدالمطلب، عباسؓ کے بیٹے فضل، جعفرؓ ابی طالب، ربیعہؓ بن حارث، اسامہؓ بن زید، ایمنؓ بن عبید اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی تھوڑی سی نفری موجود تھی۔

اس موقع پر یہاں ایک خاتون تھیں، جنہوں نے اپنی شجاعت و بسالت سے بہادروں کے درمیان بلند مقام پایا۔

یہ خاتون ''ام سُلیم بنت ملحان'' رضی اللہ عنہا تھیں۔ انہوں نے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑتے دیکھے تو فوراً اپنے خاوند ابوطلحہؓ کے اونٹ پر سوار ہوئیں اور اسے بھگاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئیں۔ ان دنوں یہ عظیم خاتون اپنے رحم میں کسی خوش نصیب کی پرورش کررہی تھیں۔ اونٹ کے بھاگنے کی وجہ سے بچے نے رحم کے اندر حرکت کی تو انہوں نے اپنی چادر اتار کر مضبوطی سے پیٹ پر باندھ لی اور ہاتھ میں خنجر لہراتے ہوئے جب خدمت رسول میں پہنچیں تو آپ مسکرادیے

پھر فرمایا ''ام سلیمؓ ہے؟'' انہوں نے جواب دیا ''ہاں...... یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں! ان لوگوں کو قتل کر ڈالئے جو آپ کو چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں، جس طرح آپ ان لوگوں کو قتل کرتے ہیں جو آپ کے ساتھ جنگ کررہے ہوں۔ یہ اسی لائق ہیں۔

چہرہ رسالت پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور ام سلیمؓ سے فرمایا: ''اے ام سلیم! ان کے لئے اللہ ہی کافی ہے اور وہ جو کرتا ہے بہتر ہی کرتا ہے۔''

اس موقع پر جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے سخت حالات میں تھے حضرت عباسؓ آپ کے پہلو بلکہ آپ کے قدموں میں کھڑے آپ کے خچر کی لگام پکڑے موت اور خطرے کو مقابلے کا چیلنج کررہے تھے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حکم دیا کہ لوگوں کو بلند آواز سے بلاؤ۔ چونکہ حضرت عباسؓ بھاری جسم کے آدمی ہی نہ تھے بلکہ بلند آہنگ بھی تھے۔ آپ نے لوگوں کو بلانا شروع کیا۔ ''اے انصاریو! اے بیعت والو۔'' یہ آواز جونہی اچانک حملہ سے بھاگ اٹھنے والے اور وادی میں اِدھر اُدھر منتشر ہوجانے والے لوگوں کے کانوں سے ٹکرائی تو ان سب نے بیک آواز جواب دیا ''ہم حاضر ہیں۔ ہم حاضر ہیں۔''

یہ سارے لوگ آندھی کے مانند تیزی سے واپس آئے یہاں تک کہ اگر کسی کا اونٹ یا گھوڑا اڑ گیا تو وہ اسے وہیں چھوڑ کر اپنے تیر کمان اور زرہ اٹھائے پیدل ہی اس طرف بھاگنا شروع ہوگئے جہاں سے جناب عباسؓ کی آواز آرہی تھی۔ اب معرکہ نئے سرے سے اپنی سختی اور خوفنا کی کے ساتھ شروع ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز بلند فرمائی: ''میدان اب گرم ہوا ہے۔''

میدان گرم ہوا تو ہوازن و ثقیف کے جنگجو ڈھیر ہوئے، اللہ کا لشکر لات کے جتھوں پر غالب آیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنوں پر اپنی سکینت نازل فرمائی۔

14/رجب بروز جمعہ 32 ہجری کو مدینہ کے باشندوں نے کسی اعلان کرنے والے کو یہ اعلان کرتے سنا کہ ''اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے عباسؓ بن عبدالمطلب کو دیکھا۔''

لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ حضرت عباسؓ وفات پاگئے ہیں۔ جناب عباسؓ کے جنازے میں اس قدر عظیم تعداد میں لوگ نکلے کہ مدینہ نے اس سے پہلے اس کا مشاہدہ نہ کیا تھا۔ خلیفہ مسلمین حضرت عثمانؓ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ مدینے کے قبرستان بقیع میں ابوالفضل جناب عباسؓ بن عبدالمطلب کا جسد محو استراحت ہے۔ آپ ان نیک لوگوں کے ساتھ محو خواب ہیں جنہوں نے اللہ سے کئے ہوئے اپنے عہد کو پورا کیا۔

○○○

نسیم احمد غازی فلاحی

پیاسے لوگ

ایک بار دہلی سے رام پور جانے کے لئے ایک ٹیکسی کرایے پر لی، گھر کے کچھ افراد بھی میرے ساتھ تھے۔ ٹیکسی ڈرائیور ٹائی باندھے اور نہایت عمدہ سوٹ میں ملبوس تھا۔ ایسا محسوس ہورہا تھا کہ جیسے وہ کسی کمپنی کا سکریٹری یا کسی محکمہ کا آفیسر ہو۔ ہم لوگ ٹیکسی میں سوار ہوگئے اور ہمارا سفر شروع ہوگیا۔ ابھی ہماری گاڑی کچھ ہی دور گئی تھی کہ میں نے ٹیکسی ڈرائیور سے اس کا نام دریافت کیا۔ میں نے نام کیا پوچھا کہ ڈرائیور چوبے صاحب نے اپنی داستان غم سنانی شروع کردی۔ انہوں نے بتایا کہ میں ایک کمپنی میں منیجر کے عہدے پر فائز تھا۔ معقول آمدنی تھی اور میرے سب کام بہتر طور پر انجام پارہے تھے کہ کمپنی اچانک بند ہوگئی اور دوسرے لوگوں کے ساتھ اسے بھی ملازمت سے سبکدوش کردیا گیا اور اس کے بعد شروع ہوگئے اس کے برے دن۔ اس نے یہ بھی بتایا کہ اس نے گاڑی بینک سے قرض لے کر خریدی ہے اور اب وہ اسے ٹیکسی کے طور پر خود ہی چلاتا ہے۔ اس سے آمدنی تو ضرور ہوتی ہے مگر اتنی نہیں کہ بینک کے قرض کی قسط اور گھر کے اخراجات پورے ہوسکیں۔ بچوں کی تعلیم بھی متاثر ہوگئی ہے اور آئندہ کے جو منصوبے تھے وہ بھی دھرے کے دھرے رہ گئے۔ وہ شخص ایسے حالات اس کیفیت کے ساتھ مسلسل بیان کئے جارہا تھا گویا آسمان کے نیچے اور اس زمین کے اوپر اس سے زیادہ بدنصیب اور پریشان حال کوئی دوسرا نہیں۔ کبھی وہ اپنی قسمت کو کوستا اور کبھی اپنی پچھلی زندگی کے کرنی کے پھل اپنی پریشانیوں کو گردانتا۔ کبھی دوسرے لوگوں کو قصوروار قرار دیتا۔ وہ بڑی متضاد باتیں کررہا تھا۔ اس کی گفتگو سے یہ احساس ہوگیا کہ وہ اندر سے ٹوٹ چکا ہے، مایوسی اور انتشار فکر کا شکار ہے۔

مجھے رامپور میں ایک رات قیام کرکے دوسرے روز اسی ٹیکسی سے واپس آنا تھا، اس لئے میں نے اپنے دل میں ارادہ کیا کہ آج اس کی باتیں توجہ کے ساتھ سنوں گا اور کل واپسی میں اس کے سامنے کچھ باتیں پیش کروں گا۔ میں نے محسوس کیا کہ دراصل یہ اس شخص کا نفسیاتی مسئلہ زیادہ ہے اور اسے کونسلنگ اور رہنمائی کی سخت ضرورت ہے۔

دوسرے روز صبح کو ہماری واپسی ہوئی۔ گاڑی میں ڈرائیور اور میں بس دو ہی لوگ تھے۔ اس سے گفتگو کی غرض سے میں آگے والی سیٹ پر ہی بیٹھ گیا، میں نے اس شخص سے عرض کیا کہ چوبے صاحب کل میں نے آپ کی داستان غم بڑی توجہ سے سنی۔ میں چاہتا ہوں کہ آج آپ مجھے موقع دیں کہ میں کچھ عرض کروں شاید کہ میری باتوں سے آپ کے مسائل کا کوئی حل نکل آئے یا پھر ان میں سے کچھ کمی آجائے۔ البتہ اگر کوئی ضروری بات بیان کرنے سے رہ گئی ہو تو پہلے آپ اسے بھی بیان کردیں۔

میری یہ بات سن کر ڈرائیور چوبے صاحب بے ساختہ بولے، ''مجھے اور کچھ نہیں کہنا''۔ یہ کہہ کر وہ میری بات سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہوگئے۔ میں نے ان کی کل کی گفتگو کی روشنی میں ان سے بات کی۔ میری خاص توجہ ان کی سوچ کو مثبت رخ دینے اور خدا پر یقین اور بھروسہ پیدا کرنے پر تھی۔ دنیا میں سکھ اور دکھ کیوں پیش آتے ہیں۔ اس بات کو اسلام کی روشنی میں ان کے ذہن میں بٹھانا میرا مقصد تھا۔ میں نے ان کو کئی

مثالوں سے سمجھانے کی کوشش کی کہ ہم بہت سی باتوں کو شر سمجھتے ہیں مگر نتیجے کے اعتبار سے وہ خیر ثابت ہوتی ہیں۔ اسی طرح انسان بعض چیزوں میں خیر سمجھتا ہے مگر نتیجے کے اعتبار سے وہ شر ثابت ہوتی ہیں۔ اس لئے خدا کی مشیت پر راضی رہتے ہوئے اسے خوش کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اتفاق سے راستے میں ایک حادثہ دیکھنے کو ملا۔ ایک شخص ٹرک کے نیچے آ کر ہلاک ہوگیا تھا۔ میں نے چوبے صاحب سے دریافت کیا کہ اس حادثے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ وہ بولے یہ تو بہت ہی برا ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ اچھا یہ بتایئے کہ اس شخص کی جگہ پر میں یا آپ بھی تو اس حادثے کا شکار ہوسکتے تھے۔ وہ بولے، بے شک۔ میں نے کہا کہ ہوسکتا ہے کہ خدا نے آپ کو اس طرح کے بڑے حادثے سے محفوظ رکھ کر چھوٹی موٹی پریشانیوں میں مبتلا کردیا ہو۔ وہ بے ساختہ بولے، اس حادثے کے مقابلے میں میری پریشانیاں تو کچھ بھی نہیں۔ اگر میں اس حادثے کا شکار ہوجاتا تو میرا تو گھر ہی برباد ہوجاتا۔ میرے تو بچے بھی چھوٹے ہی ہیں اور بیوی اس قابل نہیں کہ معاشی بوجھ اٹھا سکے۔

بہرحال اس قسم کی باتیں مختلف انداز اور مختلف پہلوؤں سے ہوتی ہیں۔ خاص بات یہ تھی کہ وہ میری باتیں اس طرح توجہ سے سن رہے تھے جیسے کسی ڈاکٹر کی باتیں مریض سنتا ہے یا استاد کی باتیں شاگرد۔ ہم لوگ بات چیت کرتے ہوئے دہلی پہنچ گئے۔ میں نے ڈرائیور صاحب کو محمد عربی کا ہندی ترجمہ ”جیونی حضرت محمدؐ“ پڑھنے کے لئے دی۔ انہوں نے بخوشی اسے قبول کرلیا۔

چند دنوں کے بعد جب چوبے صاحب سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے جو بات مجھے بتائی اسے سن کر مجھے بڑی حیرت ہوئی اور مسرت بھی۔ کہنے لگے کہ ”جیونی حضرت محمدؐ“ کو پڑھنے کے بعد میری تمام الجھنیں دور ہوگئیں اور مجھے سوچنے کا صحیح طریقہ مل گیا۔

میں نے پوچھا اس کتاب کو پڑھ کر آپ کی الجھنیں کس طرح دور ہوگئیں، ذرا اس کی وضاحت کریں۔ بولے، حضرت محمدؐ کی جیونی پڑھ کر مجھے اپنے اوپر بہت ندامت ہوئی۔ میں نے سوچا کہ میں تو صرف اپنے اور اپنے بال بچوں کے لئے فکرمند ہوں مگر حضرت محمدؐ تو ہم لوگوں بلکہ رہتی دنیا تک کے لوگوں کے لئے فکرمند رہے۔

حضرت محمدؐ صحیح معنیٰ میں خدا کے بھگت (بندے) تھے۔ اور خدا پر ان کا بھروسہ زبردست تھا۔ انہوں نے پوری زندگی مشقت میں گزار دی، کبھی نہ اچھا کھایا پیا اور نہ عیش و عشرت کی زندگی گزاری۔ جب کہ ایک وقت ایسا آ گیا تھا کہ آپؐ عرب کے سب سے بڑے حکمراں تھے، مگر اس حالت میں بھی آپؐ نے سادہ زندگی گزاری اور انسانیت کی خدمت کے لئے اپنے کو وقف رکھا۔

چوبے صاحب نے مزید کہا کہ اس کتاب کو پڑھ کر مجھے بہت سکون ملا، اور میری سوچ مثبت ہوگئی۔ اپنے خالق مالک خدا پر میرا بھروسہ بڑھ گیا۔ چوبے صاحب کی اس بات سے مجھے خوشی بھی ہوئی اور حیرت بھی۔ میں نے جس وقت ان کو یہ کتاب پڑھنے کو دی تھی اس وقت اس بات کا اندازہ بھی نہ تھا کہ اس سے وہ اس قدر متاثر ہوں گے اور ان کی سوچ یکسر تبدیل ہوجائے گی۔ بہرحال یہ سب اللہ کی توفیق ہے۔

چند ماہ کے بعد چوبے صاحب نے فون پر مجھے یہ خوشخبری دی کہ ان کو سرکاری نوکری مل گئی ہے اور اب انہوں نے ٹیکسی چلانا ترک کردیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ آپ کو جب بھی ضرورت ہو مجھے یاد کیجئے گا میں آفس سے چھٹی لے کر آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہوجاؤں گا۔

ایک روز پرانی دہلی جانے کے لئے ریڈیو ٹیکسی بک کی۔ دہلی میں یہ سہولت ہے کہ کافی مناسب کرائے پر ریڈیو ٹیکسی مل جاتی ہے۔ ٹیکسی کا نمبر اور ڈرائیور کا نام SMS کے ذریعے آپ کے موبائل پر آجاتا ہے۔ اس سے مجھے معلوم ہوا کہ ڈرائیور غیر مسلم ہے۔

میں ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا اور راستے میں ڈرائیور سے گفتگو کرنے لگا۔ دوران گفتگو اس نے بتایا کہ ”میں اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے بہت فکرمند ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کے اندر اچھے اخلاق و آداب پیدا ہوں۔“

میں نے اسے بتایا کہ ہم لوگ ہندی زبان میں کتابیں اور رسالے شائع کرتے ہیں، جن میں اخلاقیات کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مگر ہماری کتابیں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تیار ہوتی ہیں۔ ان میں بتایا جاتا ہے کہ بنانے والا کون ہے؟ اس نے ہمیں اس دنیا میں کیوں بھیجا ہے۔ اس نے ہماری رہنمائی کے لئے کیا انتظام کیا ہے۔ ہمیں دنیا میں کیسے زندگی گزارنی ہے اور مرنے کے بعد کیا ہوگا؟ وغیرہ اگر آپ پسند کریں گے تو آپ کو وہ کتابیں بھجوادی جائیں گی۔

میرا اتنا کہتے ہی ڈرائیور نے گاڑی سڑک کے کنارے کھڑی کردی۔ میں نے خیال کیا کہ شاید یہ اسلام کا نام سن کر ناراض ہوگئے ہیں اور اب مجھے گاڑی سے اترنے کے لئے کہیں گے۔ میں نے دریافت کیا کہ راستے میں گاڑی کیوں روک دی۔ انہوں نے ایک کاپی میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا کہ آپ کاغذ پر میرا پتہ نوٹ کرلیں اور کتابیں اور رسالے جلد سے جلد بھجوادیں اور ان کی قیمت بھی مجھ سے ابھی لے لیں۔

میں نے عرض کیا کہ منزل پر پہنچ کر آپ کا پتہ لکھ لوں گا، راستے میں گاڑی روکنے کی کیا ضرورت تھی۔ کہنے لگے، نہیں صاحب، وہاں پہنچ کر آپ بھول جائیں گے اور بسا اوقات بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے ہم بھی زیادہ دیر گاڑی کھڑی نہیں کرسکتے۔ اس لئے ابھی میرا پتہ نوٹ کرلیں۔

میں نے پتہ نوٹ کرلیا اور بعد میں ماہانہ کانتی اور اسلام پر بنیادی کتابیں ڈاک سے انہیں بھجوادیں۔ کتابیں ملنے کے بعد انہوں نے فون پر ہی اطلاع دی اور شکریہ ادا کیا۔

ایک ماہ کے بعد مجھے ریڈیو ٹیکسی سے پھر کہیں جانا ہوا۔ قاعدے کے مطابق ٹیکسی میرے گھر پر آگئی اور میں اس میں بیٹھ کر روانہ ہوگیا۔ راستے میں ٹیکسی ڈرائیور نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے ہی مجھے کتابیں بھجوائی تھیں؟ اس کے یہ پوچھتے ہی میں بھی اسے پہچان گیا اور میں نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر اس کی خیریت معلوم کی۔ اس غیر مسلم ڈرائیور نے بتایا کہ گھر کے سبھی لوگوں نے بڑے شوق اور دلچسپی کے ساتھ ساری کتابیں پڑھیں اور بہت پسند کیں۔ ان کتابوں سے بہت کچھ سیکھنے کو ملا۔ اس نے ایک حیرت انگیز اور دلچسپ قصہ سنایا کہ ”میں ایک مسلمان مسافر کو لے کر یوپی کے ایک شہر میں گیا۔ راستے میں ایک مسجد نظر آئی تو مسلمان مسافر نے مجھ سے کہا کہ چند منٹ کے لئے گاڑی روک لیں میں نماز ادا کر کے آجاتا ہوں۔ میں نے مسجد کے پاس گاڑی روک دی۔ وہ صاحب نماز پڑھنے مسجد میں چلے گئے۔ قریب ہی ایک ٹھیلے پر ایک شخص آم فروخت کررہا تھا۔ میں اس سے کچھ آم خرید کر کھانے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ مسلمان صاحب نماز پڑھ کر آگئے اور مجھے آم کھاتا دیکھ کر مذاق کے انداز میں کہنے لگے۔ بھئی یہ بھی خوب رہی! میں نماز پڑھنے کے لئے گیا تو آپ یہاں اکیلے ہی آم کے مزے لینے لگے۔

”میں نے ان کی یہ بات سن کر برجستہ عرض کیا کہ جناب اصلی آم (یعنی نماز) کا مزہ تو آپ لے کر آئے ہیں، یہ تو مٹی کے آم ہیں جو میں نے کھائے ہیں۔“

میں نے ڈرائیور صاحب سے کہا کہ آپ نے تو بڑے پتے کی بات کہی۔ کہنے لگے آپ کی کتابیں پڑھ کر مجھے اس حقیقت کا علم ہوا۔ کچھ دیر میں ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر اس نے میرا

بار بار شکریہ ادا کیا اور مجھ سے کہا کہ میرا نمبر آپ کے پاس ہے آپ کو جب بھی ضرورت ہو مجھے یاد کر لیجئے گا۔ میں آپ کی خدمت کے لئے حاضر ہو جاؤں گا۔

میں سوچنے لگا کہ واقعی کتنے پیاسے ہیں لوگ آب حیات کے لئے۔ ان کی اس پیاس کو بجھانے کا فریضہ جو لوگ بھی انجام دیں گے وہ کبھی گھاٹے میں نہیں رہیں گے۔ آم کے آم گٹھلیوں کے دام۔

اوکھلا سے پرانی دہلی جانے کے لئے ایک آٹو میں سوار ہوا۔ آٹو ڈرائیور ایک غیر مسلم تھا۔ ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ آٹو ڈرائیور نے مجھ سے کہا کہ ''اگر آپ کے علم میں کوئی اچھا عامل ہو تو بتائیے گا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ آپ کو عامل کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟ وہ بولا ''دراصل میرے گھر میں کچھ مسائل ہیں۔ میری بیوی اور میری بہن میں جھگڑا ہوتا ہے۔ بہن تو سیدھی ہے مگر بیوی اس سے جھگڑتی رہتی ہے۔ جس کی وجہ سے گھر کا سکون ختم ہو گیا ہے۔ اور میرا تو گھر جانے کے لئے دل ہی نہیں چاہتا۔ میری بہن کی شادی نہیں ہوئی ہے اور اب تو وہ عمر رسیدہ بھی ہو گئی ہے۔'' اس کی بات سن کر میں خاموش ہو گیا۔ منزل پر پہنچ کر میں نے ایک پرسکون جگہ آٹو رکوایا اور آٹو والے سے کہا کہ آپ نے راستے میں اپنے گھر کا جو مسئلہ رکھا ہے۔ اس کو حل کرنے کے لئے کسی عامل کے چکر میں نہ پڑیں۔'' وہ بولا ''پھر کیا کروں؟'' میں نے عرض کیا کہ آپ اپنے پیدا کرنے والے خالق و مالک خدا کو یاد کریں اور اس سے دعا کریں۔ میں نے اس کو اسلام اور توحید کے سلسلے میں بھی کچھ باتیں بتائیں۔ وہ بڑی توجہ سے باتیں سنتا رہا۔ آخر میں میں نے اس سے کہا کہ اگر آپ پسند کریں تو میں آپ کو کچھ اسلامی کتابیں ہندی میں بھجوادوں۔ آپ خود بھی ان کا مطالعہ کریں اور اپنے گھر میں ایسی جگہ ان کو رکھ دیں کہ اگر کوئی اور پڑھنا چاہے تو وہ بھی پڑھ لے۔ یہ کتابیں آپ کو خدا کے بارے میں معلومات دیں گی اور یہ بھی بتائیں گی کہ ہمارا پروردگار خدا ہم انسانوں سے کیا چاہتا ہے۔ میرے اتنا کہتے ہی اس شخص نے فوراً ایک کاغذ نکالا اور اس پر اپنا پتہ اور فون نمبر لکھ کر دے دیا نیز کتابوں کے لئے روپے بھی دینے لگا۔ میں نے روپے تو نہیں لئے البتہ پتہ لے کر رکھ لیا۔ اس شخص نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کی بھیجی ہوئی کتابیں میری بیوی مجھے نہ دے۔ اس لئے میں اپنے دوست کا پتہ آپ کو دیا ہے۔ اپنے گھر کا نہیں۔

اب میں نے اس کا طے شدہ کرایہ اسے دیا تو اس نے لینے سے صاف انکار کر دیا اور میرے پیر چھونے لگا۔ میں نے اسے اٹھایا اور زبردستی کرایہ اس کے حوالے کیا۔ میں نے وعدے کے مطابق اسلامی کتابوں کا ایک سیٹ اس کے پتے پر بھجوادیا۔ کتابیں موصول ہونے کے بعد اس شخص نے مجھے فون کیا اور بہت بہت شکریہ ادا کیا۔

○○○

بقیہ .... سوال و جواب

تو اس سجدۂ تلاوت کا ان اوقات میں کرنا اسی طرح اس جنازہ کی نماز کا ان اوقات میں پڑھنا مکروہ ہے، لیکن اگر انہیں اوقات میں آیت سجدہ پڑھی تو اس سجدہ کو اسی وقت کر سکتا ہے لیکن اس کو بعد میں کرنا بہتر ہے اور اگر اسی وقت جنازہ آیا تو اس کی نماز اسی وقت پڑھی جا سکتی ہے، اس میں بہتر یہ ہے کہ تاخیر نہ کی جائے۔

(ہندیہ-1/52)

س: اگر کسی کا داماد غریب ہو اور صاحب نصاب نہ ہو تو کیا اس کا خسر اس کو زکوٰۃ کی رقم دے سکتا ہے؟

ج: اپنے اصول اور فروع کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی اس طرح زوجین بھی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے ہیں اس کے علاوہ بقیہ جتنے رشتہ دار ہیں اگر وہ مستحق ہوں تو ان کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے، لہٰذا خسر اپنے داماد کو زکوٰۃ دے سکتا ہے۔

(ہندیہ-1/188،189)

○○○

اسلام ہی دین حق ہے

محترم برید احمد نعمانی

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمُ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَّكُمْ وَإِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَكِيمًا۔ (سورۃ النساء: 170)

ترجمہ: ''اے لوگو! یہ رسول تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے حق لے کر آ گئے ہیں۔ اب (ان پر) ایمان لے آؤ کہ تمہاری بہتری اسی میں ہے۔ اور اگر (اب بھی) تم نے کفر کی راہ اپنائی تو (خوب سمجھ لو کہ) تمام آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ کا ہی ہے اور اللہ علم اور حکمت دونوں کا مالک ہے۔'' (آسان ترجمہ قرآن)

تشریح و توضیح

حضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ آیت بالا کی تفسیر و تشریح بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: ''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے اللہ کے سچے رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) دین حق لے کر آ چکے ہیں (جس سے مقصود تمہاری تربیت ہے اور حق تو جس طرح بھی پہنچے، اس کے قبول میں تامل نہ کرنا چاہئے۔ تھوڑا تھوڑا اور چاہے یک دم اور پھر مزید برآں یہ کہ وہ رسول برحق، حق اور صداقت کو لے کر خود تمہارے پاس پہنچ گیا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ تم خود حق کی تلاش میں نکلتے لیکن ستم بالائے ستم یہ ہے کہ پیغمبر خدا تو حق لے کر تمہارے پاس پہنچ گیا اور تم ہو کہ اس میں خدشے نکال رہے ہو کہ یہ دین حق تھوڑا ہو کر کیوں نازل ہو رہا ہے؟ یک دم کتابی شکل میں کیوں نازل نہیں ہو جاتا؟ پس عقل اور دانائی کا مقتضی یہ ہے کہ اس حق اور اس رسول برحق پر تم فوراً (ایمان لے آؤ۔ ایمان لانا ہی تمہارے لئے بہتر ہوگا اور اگر آپ کی نبوت (و رسالت کو) نہیں مانو گے تو اللہ کو (تمہارے ایمان کی کوئی حاجت نہیں) تحقیق اللہ کی ہی ملک ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (ایمان لانے میں تمہارا ہی نفع ہے، اس کا کوئی فائدہ نہیں اور) ہے اللہ جاننے والا، حکمت والا (اسے تمہارے ایمان اور کفر کی سب خبر ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں)'' (معارف القرآن: 2/395، مکتبۃ المعارف، دارالعلوم، حسینیہ شہداد پور)

آیت...... حدیث مبارکہ کے آئینے میں

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی الٰہی کے نزول کی ابتدا کیسے ہوئی؟ اس کی صورتیں کیا کیا رہیں؟ اس کا جواب ہمیں امیر المومنین فی الحدیث محمد بن اسماعیل بخاری نور اللہ مرقدہ کی ''الصحیح'' سے ملتا ہے۔ امت کے تمام اکابر و اسلاف نے امام بخاری قدس سرہ کی کتاب کو ''اصح الکتب بعد کتاب اللہ'' کہا ہے۔ حضرت امام بخاریؒ نے اپنی کتاب کی ابتدا جس باب سے فرمایا، اس کا نام ہی ''باب کیف کان بدء الوحی الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' رکھا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب وحی کی ابتدا کیسے ہوئی؟ اس عنوان کے تحت حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے پانچ احادیث مبارکہ ذکر فرمائی ہیں۔ جن میں سے ایک طویل اور ایک مختصر حدیث مبارکہ کا ترجمہ ہم ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔

1- ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے۔ وہ فرماتی

ہیں: ”وحی کی سب سے پہلی صورت جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیش آئی، وہ نیند میں سچے خواب دیکھنا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو خواب (رات میں) دیکھتے، وہ دن کی روشنی کی طرح سچا ثابت ہوتا تھا۔

پھر خلوت وتنہائی آپ کے لئے مرغوب بنادی گئی۔ (اس مقصد کے لئے) آپ غار حرا میں گوشہ نشینی اختیار فرماتے تھے۔ چند راتوں تک گھر آنے سے پہلے خوب عبادت فرماتے اور (جتنے دن قیام کا ارادہ ہوتا، اتنے عرصے کا) سامان ضرور ساتھ لے جاتے تھے۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے آتے اور اسی طرح توشہ ساتھ لے کر (اگلی مدت کے لئے تشریف لے جاتے)۔

یہاں تک کہ (ایک دن) حق (یعنی وحی الٰہی) اسی غار حرا میں آپ کے پاس آ گیا۔ (جس کی صورت یہ ہوئی کہ) ایک فرشتہ آپ علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے کہا: ”اقرأ“ یعنی پڑھیے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: ”میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔“ (اس کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس فرشتے نے مجھے پکڑا اور زور سے بھینچا۔ یہاں تک اس نے اپنا پورا زور صرف کر ڈالا۔ پھر مجھے چھوڑ دیا۔ دوبارہ کہا: ”اقرأ“ میں نے (جواب میں پہلی والی بات دہراتے ہوئے کہا) ”میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔“ اس نے دوبارہ مجھے پکڑ کر پہلے کی طرح زور سے اپنے سینے سے چمٹایا اور چھوڑ دیا اور کہا: ”اقرأ“ میں نے (تیسری مرتبہ بھی یہی) کہا ”ما انا بقارئ“ اس فرشتے نے تیسری مرتبہ مجھے اپنے ساتھ چمٹایا اور پھر چھوڑتے ہوئے کہا: ”اقرأ باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ و ربك الاكرم۔“

ان آیات مبارکہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس (گھر) تشریف لے آئے۔ حالت مبارکہ یہ تھی کہ قلب اطہر بے چین ومضطرب ہو رہا تھا۔ (ام المومنین) حضرت خدیجہ بنت خویلدؓ کے پاس تشریف لاکر آپ علیہ السلام نے دومرتبہ ارشاد فرمایا: ”مجھے چادر اوڑھادو“۔ آپ کے ارشاد کے مطابق گھر والوں نے چادر اوڑھادی۔ یہاں تک کہ وہ خوف اور ہیبت ختم ہو گیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا معاملہ حضرت خدیجہؓ کو سنایا اور فرمایا: ”مجھے اپنی جان (جانے) کا اندیشہ ہے۔“ (یہ سن کر) حضرت خدیجہؓ نے فرمایا: ”(جیسا آپ سوچ رہے ہیں) ایسا ہرگز نہیں ہے۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ کمزوروں یتیموں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ بے سہاروں اور لاچاروں کی امداد کرتے ہیں۔“ اس کے بعد حضرت خدیجہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل بن اسد بن العزیٰ کے پاس آئیں۔

(ورقہ کا تعارف یہ ہے کہ وہ) زمانہ جاہلیت میں بت پرستی چھوڑ کر عیسائی ہو چکے تھے اور انجیل کو عبرانی سے عربی میں، جو اللہ تعالیٰ چاہتے، لکھا کرتے تھے۔ وہ اتنے ضعیف العمر ہو چکے تھے کہ آنکھوں سے بینائی چلی گئی تھی۔ ان سے حضرت خدیجہؓ نے کہا: ”اے میرے چچازاد بھائی! آپ ذرا اپنے بھتیجے کی بات سن لیں۔“ اس کے بعد ورقہ نے آپ علیہ السلام سے کہا: ”بھتیجے! تم نے کیا دیکھا ہے؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام واقعہ کہہ سنایا۔ یہ سن کر ورقہ نے کہا: ”یہ تو وہ رازدار (فرشتہ) ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی آتا تھا۔ اے کاش! (آپ کی نبوت کے زمانے میں) مجھے قوت وطاقت حاصل ہوتی۔ اے کاش! میں اس وقت تک زندہ رہوں جب آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا واقعتاً وہ لوگ مجھے نکال دیں گے؟“ ورقہ نے کہا: ”جی ہاں! کیونکہ جب کبھی کوئی (پیغمبر) وہ دعوت اور پیغام (الٰہی) لے کر آیا، جو آپ لے کر آئے ہیں تو (ہمیشہ) اس سے دشمنی کی گئی ہے۔ اگر مجھے آپ کی نبوت ورسالت کا زمانہ مل گیا تو میں آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔“ (حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں) اس کے بعد ورقہ زیادہ عرصہ زندہ نہ رہ سکے اور انتقال کر گئے۔ اور وحی (کی آمد کچھ مدت کے لئے) رک گئی۔“ (بخاری: 1/3)

2- دوسری روایت بھی امی عائشہؓ سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں کہ حارث بن ہشام مخزومی رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ”یا رسول اللہ! آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے؟“ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”کبھی میرے پاس وحی الٰہی ایسے آتی ہے جیسے بجتی ہوئی گھنٹی (یعنی پے در پے بجنے والی آواز، جو پہلی مرتبہ سننے میں سمجھ میں نہ آسکے) اور یہ صورت مجھ پر سب سے زیادہ گراں اور بھاری ہوتی ہے۔ جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو میں اس وحی کو یاد کر چکا ہوتا ہوں جو فرشتے نے کہی ہوتی ہے۔ اور کبھی فرشتہ انسانی صورت میں میرے سامنے آتا ہے اور مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے تو جو کچھ وہ کہہ رہا ہوتا ہے میں اسے محفوظ کر لیتا ہوں۔“

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ بے شک میں نے شدید سردی کے دنوں میں خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کو اترتے دیکھا ہے۔ جب وحی کی کیفیت ختم ہوتی تو (اس کی شدت کی وجہ سے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک سے پسینہ جاری ہو جاتا تھا۔“ (بخاری: 1/2)

نکات ومعارف

وحی کا ماننا فرض ہے:

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ آیت بالا کے ذیل میں فرماتے ہیں: ”اس ارشاد سے صاف معلوم ہو گیا کہ وحی جو پیغمبر پر نازل ہو اس کا ماننا فرض اور اس کا انکار کفر ہے۔“ (تفسیر عثمانی 146)

خطاب عام بوجوب تصدیق رسالت محمدیہ:

”اے تمام (جہان کے) لوگو! تمہارے پاس یہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سچی بات (یعنی سچا دعویٰ سچی دلیل) لے کر، تمہارے پروردگار (جل شانہٗ) کی طرف سے تشریف لائے ہیں۔ سو (مقتضا اثبات دعوی بالدلیل الصحیح کا یہ ہے کہ) تم (ان پر اور جو جو یہ فرمادیں سب پر) یقین رکھو (جو پہلے سے یقین لائے ہوئے ہیں، وہ اس پر قائم رہیں اور جو نہیں لائے اب اختیار کر لیں) یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا (کیونکہ نجات ہوگی) اور اگر تم منکر رہے تو (تمہارا ہی نقصان ہے، خدا تعالیٰ کا نقصان نہیں، کیونکہ) خدا تعالیٰ کی (تو) ملک ہے؟ یہ سب جو کچھ (بھی) آسمانوں اور زمین میں (موجود) ہے اور اللہ تعالیٰ (سب کے ایمان وکفر کی) پوری اطلاع رکھتے ہیں (اور دنیا میں جو پوری سزا نہیں دیتے تو اس لئے کہ) کامل حکمت والے (بھی) ہیں (وہ حکمت اسی کو مقتضی ہے)۔“ (بیان القرآن: 1/429)

ابتدائی وحی سے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ کا قول:

امام بخاریؒ نے جو باب قائم کیا ہے، اس کی تشریح کرتے ہوئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں: ”میرے نزدیک اس (عنوان میں موجود سوال) کا مطلب یہ ہے کہ وحی خواہ متلو (جس کی تلاوت کی جاتی ہے) محفوظ ہے، جیسے قرآن کریم اپنے الفاظ کے ساتھ محفوظ ہے یا غیر متلو (جس کی تلاوت نہیں کی جاتی)، جس کو حدیث کہا جاتا ہے اور یہ مسلمانوں کی زبانوں پر موجود ہے۔ اس کی ابتدا کیسے ہوئی؟ اور یہ وحی (مع اپنی دونوں قسموں کے) کہاں سے آئی؟ (یعنی اس کا منبع کیا ہے) اور ہم تک کس طرح پہنچی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وحی ہم تک مستند اور ثقہ علماء کے توسط سے پہنچی۔ انہوں نے حضرات صحابہ کرامؓ سے، صحابہ نے جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وحی کو حاصل کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے یہ وحی حاصل ہوئی۔ چنانچہ امام بخاری جو باب میں احادیث لائے ہیں، وہ اس پر دلالت کر رہی ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر احکام دین سے متعلق وحی کا نزول، امر متواتر ہے، جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔“ (حاشیہ بخاری: 1/2)

حاصل کلام

اسلام رہتی دنیا تک دین برحق، قرآن مجید تا صبح قیامت کتاب ہدایت اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب العالمین کی طرف سے بنی آدم کے لئے آخری نبی و رسول ہیں۔ یہ صداقت و حقانیت گزشتہ چودہ سو برس سے اپنا آپ منوا رہی ہے۔ اپنے تو اپنے ہیں۔ پرائے بھی نہ چاہتے ہوئے اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کے آگے جھکنے پر مجبور ہیں۔ مغرب نے لاکھ چاہا کہ انسانیت کو ذلت و رسوائی کے گڑھے میں ڈھکیل دے۔ اس مذموم مقصد کے لئے دین حق اور ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے خلاف منفی پروپیگنڈا کیا گیا۔ دنیا کو یہ باور کرایا گیا کہ ایک پسماندہ مذہب ہے۔ جس کا موجودہ دور اور معاشرہ سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ معاذ اللہ! فرسودہ روایات کا مجموعہ ہے۔ یہ عورتوں کی آزادی سلب کرتا ہے۔ یہ مرد و عورت کی مساوات کا قائل نہیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن آج جب کہ پہلی وحی الٰہی کو اترے 1446 برس گزر چکے ہیں، مغربی تعلیم گاہیں "کلام مبین" کی سچائی کی گواہی دینے پر مجبور ہو چکی ہیں۔ جس قرآن کی نفی میں، جس کتاب ہدایت کو جھٹلانے میں اور جس کلام اللہ سے اعراض برتنے میں اہل یورپ نے کوئی کسر نہ چھوڑی تھی، وہ خود کو اس اقرار پر مجبور پاتے ہیں کہ اسلام ہی دین فطرت ہے۔ یہ انسانیت کو راہ ہدایت دکھاتا ہے۔ اس کی تعلیمات و ہدایات میں غور و فکر کا ایک سمندر پوشیدہ ہے۔ اس کے عدل و انصاف کے پیمانوں کا مقابلہ کوئی انسانی سوچ نہیں کر سکتی۔ ذیل کی خبر پر نظر ڈالیے اور سر دھنیے:

"امریکا کی معروف ہاورڈ یونیورسٹی نے سورۃ النساء کی 135ویں آیت کی تختی شعبہ قانون کے داخلی دروازے پر لگا رکھی ہے اور اسے انصاف کے لئے سب سے بہترین تحریر قرار دیا ہے۔ قرآن مجید کی آیت کی تختی لگاتے ہوئے کہا گیا ہے کہ یہ فقرہ تاریخ میں انصاف کی وضاحت کا سب سے بہترین اظہار ہے۔ ایک سعودی طالب علم، جو ہاورڈ میں زیر تعلیم ہے، نے اس پوسٹر کی تصویر اپنے ٹویٹر پیج پر شائع کی۔ عبداللہ جمعہ نامی اس طالب علم کا کہنا ہے کہ اس آیت کو ہاورڈ کے شعبہ قانون میں لگاتے ہوئے وضاحت کی گئی ہے کہ اس سے بہترین انصاف کا اظہار ممکن نہیں۔ اس آیت کریمہ کے ابتدائی حصے کا ترجمہ یہ ہے "اے ایمان والو! انصاف قائم کرنے والے بنو، اللہ کی خاطر گواہی دینے والے، چاہے وہ گواہی تمہارے اپنے خلاف پڑتی ہو۔"
(روزنامہ اسلام 14/1/2013)

افسوس ہم مسلمانوں پر ہے جو مغربی تہذیب کی پیروی کو اپنے لئے مایہ افتخار سمجھ بیٹھے ہیں۔ کفار کی نقالی میں اپنے حبیب علیہ السلام کی اتباع سے منہ موڑے بیٹھے ہیں۔ حالانکہ دنیا و آخرت کی قیمتی ترین دولت ہمارے پاس موجود ہے۔ قرآنی ہدایت پر صدق دل سے عمل نہ صرف ہماری موجودہ پستیوں کا ازالہ کر سکتا ہے، بلکہ کھرے عمل کی بدولت ہمیں اقوام عالم میں کھویا ہوا مقام دوبارہ نصیب ہو سکتا ہے۔ مگر قرآن حکیم کے جاننے، سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لئے شرط اول کسی عالم ربانی اور مستند صاحب علم کی صحبت سے استفادہ ہے۔ آج کا سب سے بڑا المیہ یہ بھی ہے کہ ہم حق وہاں ڈھونڈتے ہیں، جہاں باطل کے ہرکارے اور گماشتے موجود ہیں اور وہ اصحاب حق سے دل میں کدورت دبیر رکھتے ہیں۔ اس صورت میں سوائے مزید ناکامی و نامرادی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ مختصر وقت میں صحیح نتیجہ حاصل کرنے کے لئے کتاب اللہ کے ساتھ رجال اللہ کا دامن تھامنا ہوگا۔ اسی میں ہماری نجات اور بقا ہے۔ **وما علینا الا البلاغ المبین۔**

مفتی راشد حسین ندوی

سوال وجواب

س: بچہ کی پیدائش کے وقت اس کے کان میں جو اذان دی جاتی ہے اگر عورت دے دے تو اس کا اعادہ کیا جائے گا یا کافی ہوگی؟

ج: بہتر یہ ہے کہ بچہ کے کان میں اذان و اقامت کا عمل کسی نیک اور صالح شخص سے کرایا جائے، لیکن اگر عورت نے اذان اور اقامت کہہ دی تو یہی کافی ہے، اعادہ کی ضرورت نہیں ہے، البتہ اگر عورت نماز کے لئے اذان کہے تو مکروہ ہے اور اس کا اعادہ کرنا چاہئے۔ (شامی-1/289، رحیمیہ-10/486)۔

س: قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا کیسا ہے؟

ج: قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا جائز ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا کرنا ثابت ہے مسلم شریف میں روایت ہے: متی جاء البقیع فقام فاطال القیام ثم رفع یدیہ ثلاث مرات۔" (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقیع تشریف لائے، دیر تک ٹھہرے رہے پھر تین بار ہاتھ اٹھایا) اسی طرح فتح الباری میں ابوعوانہ کے حوالہ سے حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ ذوالبجادین کے دفن کے بعد قبلہ کی طرف رخ کیا اپنے ہاتھوں کو اٹھا کر، لیکن ہاتھ اٹھانے سے چونکہ عوام کو شبہ ہو سکتا ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ قبر کی طرف رخ کر کے دعا یا ایصال ثواب کرنا ہو تو ہاتھ نہ اٹھائے، ہاتھ اٹھانا ہو تو اپنا رخ قبلہ کی طرف کر لے جیسا کہ دوسری حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بیان کیا گیا ہے۔
(امداد الفتاوی-1/476، کفایت المفتی-4/183، رحیمیہ-5/109)

س: شوہر اپنی بیوی کو قبر میں اتار سکتا ہے یا نہیں، اور اس کے جنازہ کو کندھا دے سکتا ہے یا نہیں؟

ج: عورت کے مرنے کے بعد شوہر اس کے حق میں اجنبی کے حکم میں ہو جاتا ہے، لہذا کپڑے کی آڑ کے بغیر اس کو چھو نہیں سکتا، لیکن چہرہ دیکھ سکتا ہے، کندھا دے سکتا ہے، قبر میں بھی اتار سکتا ہے اگرچہ بہتر یہ ہوتا ہے کہ عورت کے محارم جیسے بیٹے بھائی وغیرہ اس کو قبر میں اتاریں۔ (خلاصۃ الفتاوی-1/225، ہندیہ-1/166)

س: سودی رقم سے سرکاری ٹیکس ادا کرنا کیسا ہے؟

ج: اگر سرکاری بینک کا سود ہے تو اس کو ان ظالمانہ ٹیکسوں میں دیا جا سکتا ہے جن کے بدلہ میں حکومت کوئی چیز نہیں دیتی جیسے انکم ٹیکس وغیرہ، لیکن جن ٹیکسوں کے بدلہ میں کوئی چیز حکومت دیتی ہے جیسے پاور ٹیکس یا واٹر ٹیکس وغیرہ تو اس میں سود کی رقم نہیں دی جا سکتی۔ (مستفاد از رحیمیہ-4/149)

س: زید مسافر تھا اس نے مقیم لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی اور بھولے سے چار رکعت پڑھا دیں، قعدہ اخیرہ میں یاد آیا کہ مسافر ہے چنانچہ اس نے سجدہ سہو کر لیا اب سوال یہ ہے کہ مقیم مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟

ج: زید اور دوسرے مسافر مقتدیوں کی نماز صحیح ہو گئی، لیکن مقیم مقتدیوں کی نماز صحیح نہیں ہوئی، اس لئے کہ آخری دو رکعتیں مسافر امام کے لئے نفل تھیں اور مقیم مقتدیوں کے حق میں فرض اور قاعدہ یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض پڑھنے والے کی اقتداء صحیح نہیں ہوتی، لہذا مقیم مقتدیوں کو اپنی نماز دہرانا ضروری ہے۔ (شامی باب صلاۃ المسافر)

س: طلوع شمس، غروب شمس اور استواء شمس کے وقت فرض یا نفل نماز پڑھنا کیسا ہے؟ ان اوقات میں نماز جنازہ پڑھنا یا سجدہ تلاوت کرنا کیسا ہے؟

ج: ان تین اوقات میں کوئی فرض یا نفلی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے اسی طرح پہلے کا سجدہ تلاوت رہ گیا ہو یا ان تین اوقات سے پہلے جنازہ آیا ہو۔

(بقیہ ...... صفحہ ۳۲ ...... پر)

تحریر: ابراہیم لانگ

ترجمہ: تبسم

ابراہیم لانگ، سچائی کی تلاش میں

میری پیدائش کٹر عیسائی گھرانے میں ہوئی جہاں کے اکثر افراد نے تبلیغ کے لئے اپنی زندگیاں وقف کی ہوئی تھیں، پابندی سے عبادت، چرچ کو جانا، تمام دعائیہ تقاریب میں شامل رہ کر وعظ ونصائح ہمہ تن گوش ہوکر سننا اور اس پر عمل پیرا ہونے کی پوری کوشش کرنا، ہمارا گھریلو ماحول اور خاندانی دستورالعمل رہا۔ اس اعتبار سے مذہبی عقائد ہمارے دلوں میں کمسنی سے ہی راسخ ہوچکے تھے، خالق کائنات پر ایمان و ایقان، تمام شکوک وشبہات سے بالاتر ہوکر کامل یقین اور معرفت کے ساتھ خالق کائنات کی خدائی کو تسلیم کرنا ہماری سرشت میں داخل ہوچکا تھا۔ ہماری ماں نے ہمیں کیتھولک عقائد کی تعلیم دی تھی، عقیدے کے اعتبار سے یہ زور دیا جاتا تھا کہ ہم میں سے اکثر دنیاوی معاملات کو تیاگ کر اپنی زندگیاں مذہب کے لئے وقف کریں اور ساری زندگی مجرد گزار دیں، جو ہمیں خداوند کے قریب لے جاتا اور علم ومعرفت، بزرگی و تقویٰ کا اعلیٰ مقام عطا کرتا ہے۔ اس مکمل روحانیت کے ماحول کے پروردہ ہونے کے باوجود میرے دماغ کے کسی گوشے میں یہ بات ہمیشہ کچوکے لگایا کرتی تھی کہ خداوند یسوع مسیح بہرحال ہم انسانوں میں سے ایک شخص تھا، پھر اس کو خدائی کا درجہ کیسے حاصل ہوا اور اس کی خدائی کو ثابت کرنے کے لئے تادم مرگ اپنے پیدا کرنے والے کے مقصد سے ہٹ کر ایک انسان کی خدائی کو ثابت کرنے میں لگا دیں۔ یسوع کو خدا ماننے کے باوجود میرے ذہن نے کبھی بھی شرح صدر سے اس کو قبول نہیں کیا، ایک وہم اور شک ہمیشہ میرے دل ودماغ میں سر اٹھاتا رہا جو میرے اصل خالق کائنات تک پہنچنے کا ذریعہ بنا۔

میں اپنا تعارف دینا چاہتا ہوں۔ میرا نام ابراہیم لانگ ہے۔ میری ماں کیتھولک تھی اور میرے سوتیلے والد میتھوڈسٹ عیسائی تھے۔ میرے والد سے علاحدگی کے بعد میری ماں نے دوسری شادی کی تھی اور اس شرط پر کہ ہماری تربیت کیتھولک طرز پر ہوگی۔ ماں نے چرچ کے پادری کے سامنے میرے والد سے عہد کروایا تھا کہ وہ ہماری پرورش میں ماں کے خلاف نہیں جائیں گے۔ چونکہ میرے والد بہت نرم مزاج، خوش اخلاق اور محبت کرنے والے انسان تھے اس لئے انہوں نے کبھی اپنے عہد کی خلاف ورزی نہیں کی اور نہ ہی اپنے وعدے سے کبھی انحراف کیا۔ لیکن میرا المیہ یہ تھا کہ میں دو مختلف عقائد کے درمیان کشمکش کا شکار رہا۔ ماں ہماری تربیت پر خاص توجہ دیتی تھیں، روزانہ صبح سویرے اونچی آواز میں مذہبی گیت گاکر ہمیں نیند سے جگاتیں، ان کی سریلی آواز میں مذہبی گیت ہمارے کانوں میں رس گھولتے تھے۔ میرے والد ان کے اس انداز پر کبھی نہیں ٹوکتے اور نہ ہی نیند خراب ہونے پر غصہ ہوتے تھے، وہ اپنی جگہ بہت محتاط رہتے، کبھی مذہبی مباحثہ بھی نہیں کرتے۔ میں نے دیکھا کہ وہ اپنے وعدے پر سختی سے عمل پیرا رہتے تھے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ماں کی کوششیں سو فیصدی کامیاب رہی ہوں، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس طرح کا فرقہ وارانہ گروہ بندی کا ماحول ہم بچوں کی نفسیات پر ضرور اثر انداز ہوا تھا۔ میں مذہب بیزار ہوگیا تھا۔ گوکہ میں مذہبی رجحان رکھتا تھا لیکن دو مختلف عقائد کے ماننے والوں کے درمیان ایک عجیب سی ذہنی الجھن گھیر لیتی تھی۔ اسی طرح ذہنی الجھنوں سے نبردآزما زندگی گذر رہی تھی، وقت کس طرح گزر گیا پتہ ہی نہ چلا، ہائی اسکول کی تعلیم ختم ہوگئی۔ ایک دن اچانک ماں کی طبیعت بگڑنے لگی۔ انہیں شدید پیٹ میں درد کی شکایت تھی۔ انہیں اسپتال میں

شریک کروادیا گیا۔ وہ درد سے بے تاب تھیں۔ ہم سب ان کے ساتھ تھے، انہیں دلاسہ دے رہے تھے لیکن درد قابو میں نہیں آرہا تھا۔ بعد معائنہ پتہ چلا کہ وہ کینسر کی عجیب قسم سے متاثر ہیں۔ معالج سمجھنے سے قاصر تھے، کسی ڈاکٹر نے ہمت افزاء بات نہیں کی۔ لیکن وہ ہمت بھی نہیں ہارے تھے۔ علاج جاری رہا، کیموتھراپی، ریڈیو تھراپی بھی کی گئی، لیکن ماں کی تکلیف میں کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ وہ نحیف ولاغر ہوچکی تھیں۔ بڑی مشکل سے چند الفاظ بول پاتی تھیں جو بغور سننے پر ہی سنائی دیتے تھے۔ ہم بھائی بہن ان کی دلجوئی کرتے، ان کے پاس ہی زیادہ تر وقت گزارتے، وہ ذرا سا مسکراتیں، ان کی وہ مسکراہٹ میرے دل میں پیوست ہوجاتی تھی، ان کی مسکراہٹ میں لاچاری و بے بسی ہوتی تھی جسے وہ چھپانے کی کوشش کرتی تھیں۔ وہ پرامید تھیں، انہیں یسوع پر پورا اعتماد تھا، غم وخوشی تکلیف و راحت کو منجانب اللہ تصور کرتی تھیں، انہوں نے کبھی اپنا حوصلہ نہیں ہارا، لیکن بالآخر زندگی کی جنگ ہار گئیں۔ ہم سب کو یک وتنہا چھوڑ کر چلی گئیں۔ ان کی موت کا مجھے بہت صدمہ ہوا۔ میں یسوع کے آگے گڑگڑا کر دعائیں کرتا تھا لیکن میری دعاء قبول نہیں ہوئی اور ماں ہم سے جدا ہوگئی تھی۔ ان کی آخری رسومات میں بہت لوگ شریک تھے۔ وہ سماج میں پسندیدہ شخصیت مانی جاتی تھیں۔ بحیثیت ماں، بیوی، بیٹی، بہن اور دوست کے وہ ہردلعزیز تھیں۔ آخری رسومات کے بعد چرچ کے پادری نے ہم بچوں کو بلوا کر نصیحتا مشورہ دیا کہ ماں نے جو کچھ ہمیں تعلیم دی تھی اس خزانے سے ایک ایک موتی اٹھا کر تاحیات اس پر عمل پیرا رہیں۔ تاکہ ماں کی روح کو سکون نصیب ہو۔ ماں کی نصیحتوں کا بیکراں خزانہ ہمارے پاس موجود تھا۔ ان کی ہر بات مجھے یاد تھی۔ انہوں نے ایک بار کہا تھا کہ "ہمیشہ سچائی کی راہ کو اختیار کرو چاہے وہ مشکل ترین ہی کیوں نہ ہو" ماں کی اس بات کو لے کر اکثر میں سوچتا رہتا تھا کہ سچائی کیا ہے اور کہاں ملے گی۔ پادری کی تجویز نے میری ہمت بندھائی اور ایک نئی تحریک مجھ میں پیدا ہوگئی۔ ماں کی موت کا غم ہلکا ہوا تو میں بائبل کا نیا ایڈیشن خرید لایا اور بغور مطالعہ کرنے لگا۔ بائبل کے تفصیلی مطالعہ کے بعد ذہن اور الجھتا گیا، جہاں میں نے سکون کی تلاش کے لئے بائبل پڑھنا شروع کیا تھا۔ لیکن تعجب کی بات یہ تھی کہ بائبل کی تلاوت کے بعد ذہنی الجھن اور زیادہ بڑھ گئی تھی۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے اس کا ذکر بھی کیا لیکن انہیں ان باتوں میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ وہ میرا مذاق اڑاتے اور ہنسنے لگتے تھے۔ ان سوالات کا جواب حاصل کرنا شروع کیا۔ لیکن افسوس کی بات یہ تھی کہ کسی بھی نسخے کی تعلیمات سے مجھے تشفی نہیں ہوئی اور نہ ہی کہیں سے صحیح جواب حاصل ہوسکا۔ ذہنی الجھن مزید بڑھ گئی، کچھ عقیدہ کے ساتھ سمت کا تعین کرنا دشوار تھا۔ عیسائیت نے روحانی تسکین نہیں دی۔ اپنی الجھن کو کسی نام سے موسوم نہیں کرسکا اور یہ مذہبی الجھن کو یوں ہی حل کئے بغیر ہی چھوڑ دیا۔ لیکن یہ ذہنی الجھن مجھے چین کی نیند نہیں سونے دیتی، ایک رات یسوع کے عقیدے کو پرے ڈھکیل کر ان دیکھے خدا کے سامنے گڑگڑانے لگا "اے خدا مجھے سیدھا اور سچا راستہ دکھا دے" شاید وہ قبولیت کی گھڑی تھی، میرے ماؤف ذہن میں ایک خیال آیا کہ عیسائیت کو چھوڑ کر کیوں نہ دوسرے مذاہب کے بارے میں پڑھا جائے۔ اس خیال کے آتے ہی تھوڑا سا سکون ملا۔ اگلے روز میں نے لائبریری کا رخ کیا۔ سب سے پہلے بدھ مت کی کتابیں پڑھنے لگا، پھر ہندوازم کا مطالعہ کیا، ہرے راما ہرے کرشنا کا نظریہ سمجھ میں نہیں آیا۔ تقریباً تمام مذاہب کے بارے میں جانکاری حاصل کرلی، پادری کے مشورے پر عمل ممکن نہیں ہورہا تھا اور نہ ہی روح کو تسلی مل رہی تھی۔ بالآخر اسلام کے بارے میں جاننے کا فیصلہ کرلیا۔ اسلام کے لئے خدا نے میرا ذہن ودل کھول دیا۔ میرا تجسس بڑھ گیا۔ اسلام کے بارے میں جاننے کا فیصلہ کرلیا۔ اسلام کے لئے خدا نے میرا ذہن ودل کھول دیا۔ میرا تجسس